U32106 . Date - 29-12-05

Title - MASNAVI SEHER .

Creator - Iqbal Verma Seher Hungami

Publisher - Adabi Press (Lucknow) .

Date - 1925

Pages - 67 .

Subjects - Urdu Adab - Masnaviyaat ; Sanskrit Adab - Masnaviyaat .

28 JUL 1963
۳۲۱۲۶
ALIGARH
2002

تمہید

"شکنتلا" سنسکرت شاعری کا سدا بہار گلاب ہے، کالی داس
[سـ]نسکرت شاعری کا دل ہے تو "شکنتلا" اس دل کا درد، تمنا اور خواب ہے
[اس]کا نام دلوں میں پاکیزہ، دلکش اور رنگین تصورات کے جگانے کا
[سبب ہے] شکنتلا کا نام زبان پر آیا اور پردۂ تصور پر ایک تصویر
[کھنچ] گئی کیسی شگفتہ۔ کیسی درد انگیز۔ حسن اور شباب کا ایک بھولا بھالا
[خوا]ب، پھول کی طرح نازک اور پتّی کی طرح کمزور۔

ہرا بھرا جنگل، ندی کا شاداب کنارا، کنول کے پھولوں کا کنج، ہرنوں
[کی] کلیلیں، چڑیوں کی خوشنوائیاں، شہد کی مکھیوں کے نغمے اور ہوائے معطر
[کـ]ے جھونکے۔ ان دلفریبیوں کے بیچ میں شکنتلا اپنی دو سہیلیوں کے ساتھ
[کنو]ل کے بھورے پتے پر۔ راجہ دشینت کو خط لکھتی ہے کتنا دلفریب تخیل
[ہـ]ے۔ کیا شاعر کی فکر رنگین جذبۂ حسن و فراق کی اس سے زیادہ پراثر اور
[پر]ورد تصویر کھینچ سکتی ہے؟ شکنتلا ایک عورت ہے شعر کی [illegible] کی لپٹے
[...]پ کی۔ اس میں سیتا کی روحانیت نہیں اسا[illegible] کا [illegible]

دمن کا صبر نہیں۔ وہ ایک کمزور ہستی ہے۔ تناور درخت نہیں جس پر ہوائیں اثر نہیں کرتیں۔ وہ ایک شاخ ہے جو ہواؤں سے ہلتی ہے اور ٹوٹ جاتی ہے۔ یہی اُسکی کمزوری اسکا جوہر ہے۔ اسی نے اُسے اتنا دلکش بنا دیا ہے

شیکسپیر کی طرح کالیداس نے بھی اپنے ڈراموں کے پلاٹ اختراع نہیں کیے بلکہ پرانی روایتوں سے لیے ہیں۔ لیکن ان روایتوں میں وہ رنگینیٔ بیان اور لطافتِ جذبات بھردی ہے کہ قصّہ بالکل اچھوتا ہو گیا ہے۔ رموز الفت کے بیان میں کالیداس کو ید طولیٰ حاصل ہے اور اس رنگ میں کوئی سانسکرت شاعر اسکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اس [illegible] قدرت سے حسن پرست نگاہ پائی تھی جو انسانی جذبات ہی تک محدود نہ تھی پھول اور پودے، وحش وطیور، غرض سارا نیچر اسکے لیے حسن اور جذبہ سے پُر تھا۔ اسی لیے اسکے ہرن اور مور محض خوبصورت جانور نہیں۔ اسکی کوئلیں اور پپیہے محض خوشنوا چڑیاں نہیں۔ ان میں وہ دلکشی ہے جو شاعر کے احساس حسن ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ یہی وصف ہے جس نے یوروپ کے سخن فہموں کو کالیداس کا مدّاح بنا دیا ہے۔

"شکنتلا" کے ترجمے اردو اور ہندی میں بہت عرصہ ہوا، ہو چکے

"رشک گلزار" کے نام سے اسکا ایک منظوم ترجمہ بھی عرصہ ہوا نولکشور پریس لکھنؤ نے شایع کیا تھا۔ اس کے مصنف ایک مولوی سید محمد تقی صاحب تھے۔ اگرچہ انھوں نے قصہ کو بڑی خوبصورتی سے نظم کیا ہو لیکن انھوں نے بھی وہی روش اختیار کی ہو جو شعرائے قدیم نے مثنوی کے لئے مخصوص کر رکھا ہو۔ ہر ایک فصل میں وہی بہاریہ آغاز ہو اور وہی ساقی و ساغر کا تذکرہ، معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اصل قصہ سنسکرت سے ماخوذ ہے۔ ایرانیت کا ایسا گہرا رنگ چڑھا دیا گیا ہو کہ مثنوی میر حسن یا گلزار نسیم سے اسکی تمیز کرنی مشکل ہو۔ افراد قصہ کی زبان سے وہی الفاظ نکلوائے گئے ہیں جو اس حالت میں کسی مسلمان کی زبان سے نکلتے۔ لباس بھی وہی پہنایا ہو جو کسی ترک طرار کے لئے موزوں ہے۔ مناظر میں بھی بلبل اور بہار کے نغمے سنائی دیتے ہیں۔ الغرض مثنوی کی حیثیت سے اسکا درجہ کچھ ہی ہو، ہندو معاشرت کی ناواقفیت نے مصنف کو قصہ کا اصلی رنگ قائم رکھنے سے معذور کر دیا ہے۔ حضرت سحر نے قصہ کی وطنیت کا بدرجہ اتم خیال رکھا ہو درحالیکہ "رشک گلزار" اور قصۂ شیریں و فرہاد میں معاشرت، معیار، اخلاق کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، حضرت سحر کے مرد و زن، گل بوٹے، چرند و پرند، آسمان و زمین۔ آداب و اخلاق، رسم و تمدن، سب ہندوستان کے ہیں۔ انکی دلفریبی اور

اصلیت میں مطلق فرق نہیں آیا۔

اس قصہ کو اردو میں نظم کر کے منشی اقبال ورما سحر ہتگامی نے اردو خواں پبلک کو زیر بار احسان کیا ہے۔ ان کے طرز بیان کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں اس کا فیصلہ ناظرین خود کر لیں گے لیکن اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ بلاغت اور روانی بیان اور حسن ترکیب کے اعتبار سے "نیرنگ سحر" قریب قریب "گلزار نسیم" سے لگا کھاتی ہے۔ حضرت سحر محض بندش کے لیے کالیداس کے ممنون ہیں۔ بیان کلیتاً انکا اپنا ہے اور اگرچہ انھوں نے کہیں کہیں ضرورت شعری سے مجبور ہو کر قصہ میں انحراف کیا ہے لیکن فی الجملہ قصہ کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں۔ ہم کو امید ہے کہ ناظرین "نیرنگ سحر" کا خوشی سے خیر مقدم کریں گے اور حضرت "سحر" کی کاوش کی داد دیں گے۔ جس کے وہ بدرجۂ اولیٰ مستحق ہیں۔

دیا نرائن نگم۔ دفتر زمانہ۔ کانپور

مثنوی سحر

پہلا باب

ولادتِ شکنتلا

رباعی

اے عشق! تری خودی نے کیا کیا نہ کیا | اب کیا رہا، خود خدا سے بیگانہ کیا
حاصل یہ کہ سحرؔ تو نے اپنے نزدیک | اچھا بھی کیا اگر بُرا اچھا نہ کیا

کہتا ہے جو داستانِ دلکش | یوں خامہ سے ہے بیانِ دلکش
قصّہ ہے کہ جوئے گومتی پر | تھا ایک فقیرِ نیک محضر
بسوامتر اُس کا نامِ نامی | تھا حسنِ عمل میں وہ گرامی
یوں محوِ جمالِ معرفت تھا | تصویرِ کمالِ معرفت تھا
وحدت کی چمک عیاں تھی اُس سے | قدرت کی جھلک عیاں تھی اُس سے

صحرا رنگینیوں سے معمور — تھا مظہرِ شانِ حسنِ مستور

پھولوں میں نمود جلوۂ حسن — کلیوں میں وجود عقدۂ حسن

اک دفترِ راز برگِ تر تھا — تفسیرِ نکات ہر شجر تھا

دریا، امواج کی زبانی — کہتا تھا فسانۂ نہانی

پانی میں حباب کی وہ مستی — دکھلا رہی تھی فریبِ ہستی

لاتی تھی صبا ہوائے جنت — تھی پیشِ نظر فضائے جنت

اٹھا تھا جو پردۂ حقیقت — ہر سمت تھا جلوۂ حقیقت

اک جا پہ وہ عابدِ خرد مند — تھا محوِ عبادتِ خداوند

بوئے گلِ زہد پیرہن میں — تھی راحتِ پاک اسکے تن میں

تھا نشۂ یادِ حق سے یوں چور — تھا قلبِ فلک حسد سے معمور

اک اک سے غرض کہ اسکو تاڑا — یوں کھیل بنا ہوا بگاڑا

اک روز بلا کے مینکا کو — ظاہر کیا اپنے مدعا کو

درویش کی بات یوں بگڑ جائے — عرفاں کے چمن پہ اوس پڑ جائے

آخر وہ پری یہ سن کر آئی — اڑتی ہوئی پھر زمیں پہ آئی

پہنچی وہیں ہرشی کے بن میں — یعنی گلِ نو کھلا چمن میں

سج دھج وہ غرض بنا کے پہنچی — عابد کے قریب جا کے پہنچی
بے پردہ تھا نورِ حسنِ دلکش — ظاہر تھا غرورِ حسنِ دلکش
شوخیٔ خرام کا تھا یہ حال — فتنہ تھا قدم قدم پہ پامال
تھا لب پہ جو حسن و عشق کا راگ — تاثیر میں تھی بھری ہوئی لاگ
خاموش طیورِ خوش نوا تھے — مدہوش صدائے نغمہ زا تھے
تھا رقص پری بھی یوں نمودار — تھے وجد میں جھومتے کُل اشجار
وہ لے کہ ہو سُن کے بے خبر دل — وہ رقص کے ٹوٹے رقص پر دل
صحرا میں غرض جو گونج اٹھی تان — درویش کا گیان سے ہٹا دھیان
دیکھا تو تھی اک نگارِ خوش رو — بس دل میں سمائی عشق کی بو
آنکھوں کے جو دیکھے جام سرشار — یک لخت ہوئے حواس بیکار
جوبن میں بھرا ہوا تھا جادو — چتون میں بھرا ہوا تھا جادو
دیوانہ بنایا ہر ادا نے — زائل کیے ہوش مٹکا نے
انداز پہ دل ہوا تھا قرباں — آواز پہ دل ہوا تھا قرباں
تھا پہلے تو بندۂ خدا وہ — اب بندۂ صنم کا بن گیا وہ
جس دل میں فروغ لامکاں تھا — اک جلوۂ باطل اب وہاں تھا

دل گھر تھا خدا کا اب ہوا دَیر | کعبہ کی صنم نے آکے کی سیر
ہر چند وہ تھا صراطِ رم پر | رُکتا تھا مگر قدم قدم پر
"مانیں گے تو عشق میں نکل کر" | ارماں نے کہا مچل مچل کر
ہمّت ہوئی دل میں التجا کی | جراُت ہوئی عرضِ مدعا کی
ظاہر ہوئی حالتِ نہانی | اُس رنگِ پریدہ کی زبانی
یہ دیکھکے مینکا بصد جوش | درویش سے ہوگئی ہم آغوش
پاکیزہ خیال سر سے نکلے | ارمان اِدھر اُدھر سے نکلے
دونوں ہوئے جامِ وصل سے چور | مہ نے لیا آفتاب سے نور
میعادِ معیّنہ گذر کر | نکلا اس طرح نورِ انور
اک حور عیاں ہوئی پری سے | پیدا ہوئی زہرہ مشتری سے
آنچل پہ اُٹھایا مینکا نے | دامن پہ رکھی کلی صبا نے
شرمائی ہوئی حیا سے آئی | درویش کے پاس ادا سے آئی
بولی کہ "اے نکتہ دانِ الفت! | لے نذر یہ ارمغانِ الفت!"
"یہ نورِ نظر، نظر میں رکھنا | یہ لختِ جگر، جگر میں رکھنا"
اُب مجھکو وطن کی ہو اجازت | جانے کی عطا ہو جلد رخصت"

دیکھی جو وہ دخترِ ماہ پارا — عابد کو ہوا غمِ نظارا

غفلت سے جو چشم ہو گئی وا — حیلہ کا گرا نظر سے پردا

آنکھوں سے ہٹا حجابِ غفلت — سمجھا کہ تلف ہوئی عبادت

یوں خوفِ خدا سے ڈر گیا وہ — منہ پھیر کے پردہ کر گیا وہ

پھر ہو کے غریقِ بحرِ افسوس — بولا "صد حیف بختِ معکوس

"اے نفس! کیا یہ تونے کیا ہاے؟ — کیسی ہوئی تجھ سے یہ خطا ہاے؟

"تقوی کا مٹا نشاں صد افسوس! — محنت ہوئی رائگاں صد افسوس!"

یہ کہکے وہ زار زار رویا — بس پھوٹ کے ابر وار رویا

دیکھی جو پری نے کج ادائی — کچھ فتح پہ اپنی مسکرائی

چھوڑا وہیں اُس بتِ حسیں کو — دریا نے گھر دیا زمیں کو

آہستہ وہاں سے خود اُٹھ آئی — جنت کو اُڑی، ہوئی ہوائی

[illegible] اُس جگہ تھا مدہوش — تھیں دختر و زن سبھی فراموش

تھا بیخبری میں یاد اگر کچھ — تھی اپنے ہی رنج کی خبر کچھ

چھوڑا گھبرا کے اُس زمیں کو — ڈولا تہ ساحل دیا جبیں کو

درویش تھا کنوا اک نکوکار
دیکھا جو وہاں ہوا نمودار

جلوے سے ہی گرد دخت تنویر
آئینہ میں حسن کی ہے تصویر

اک ہنس ہے سر پہ سایہ فگن
شعلہ سا نہاں ہے زیر دامن

خوبی کی ہے اک نرالی صورت
پیاری سی ہے بھولی بھالی صورت

تھا نیک جو وہ فقیر دانا
اچھا اسے چھوڑنا نہ جانا

معصوم پہ اسکو رحم آیا
گودی میں لیا گلے لگایا

لایا گھر اُسے غرض وہ خوش کام
رکھا اُس کا شکنتلا نام

رہتی تھی سہیلیوں میں بن میں
بڑھنے لگی شاخِ گل چمن میں

دوسرا باب
تاثیر عشق
رباعی

ہے نفس کی ہر نفس شرارت جو عیاں
ہر وقت ہیں اس فکر کی امواج رواں

گو سحر کا نہاں کبھی عمل رہتا ہے
لیکن ہے وہیں عشق بھی ہر جسم عیاں

کیفیتِ صید ہے جو تحریر | یوں خامہ رواں ہے صورتِ تیر
دہلی کے قریب ہستنا پور | تھا عصرِ سلف میں شہرِ مشہور
راجہ دشینت حکمراں تھا | اعزاز میں خسروِ جہاں تھا
تیزی میں نظر تو فیض میں سیل | جرأت میں اسد تو جنگ میں چیل
احباب الطاف سے تھے خرسند | اعدا انصاف سے تھے خرسند
اک روز جو سیر پر گیا دھیان | راجہ کو شکار کا بندھا دھیان
کی حکم نے فوج تک رسائی | جنگل میں گھٹا سی پھر چڑھ آئی
تھا بن میں جو زاہدوں کا مسکن | مشہور تھا اس سے وہ تپوبن
تفریح کو صید تھا جو درکار | آہو سے ملا وہ شیرِ جرار
کھینچا وہیں شاہ نے کماں کو | بھاگا وہ ہرن بچا کے جاں کو
ہر چند دواں تھا توسنِ شاہ | جز یاس مگر نہ کچھ ملی راہ
اس طرح وہ مستِ بادۂ شوق | مصروف شکار تھا بصد ذوق
کُل فوج ہوئی نظر سے پنہاں | ناگاہ سنی صدائے الاماں
دیکھا تو کھڑے تھے چند زہاد | بولے وہ کہ ہیں یہ کیا ہے بیداد
توہینِ کرم نہیں ہے زیبا | بندوں پہ ستم نہیں ہے زیبا

یہ سُنکے کیے پہ کرکے افسوس | وہ رکھ کے کماں ہوا قدمبوس
دی سب نے دعا کہ "یوں سدا ہو | نیکی سے تری، ترا بھلا ہو"
پھر بولے شہِ زماں سے "نزدیک | ہے مسکنِ گنگو یہاں سے نزدیک"
"ہونے کو ہے یگیہ اک وہاں آج | ہاں جائیے آپ بھی مہاراج!"
یہ کہہ کے شہِ زمن کو پھیرا | گلشن کیطرف چمن کو پھیرا
تھا بسکہ جو شوقِ سیر دل میں | پہونچا وہیں باغِ متّصل میں
وہ باغ تھا یا مُراد کا پھل | جنگل میں رچا ہوا تھا منگل
پہونچا تو سُنی رسیلی آواز | دل کھینچ رہا تھا لحن کا ساز
سوچا وہ کہ دیکھئے تو کیا ہے | یہ کس گلِ حسن کی ہوا ہے
سودائے نظارہ تھا جو سر میں | طائر کی طرح چھپا شجر میں
چہرے نظر آئے پیارے پیارے | یعنی اک چاند، دو ستارے
اُس ماہ کا وصف کیا بیاں ہو | خود فکر ہی گرچہ با زباں ہو
خوبی کا مجسمہ وہ سر تھا | یا حُسن کی شاخ کا ثمر تھا
پھولوں سے بسے تھے بال سارے | تھے چرخ پہ جلوہ گر ستارے
تھی آئینۂ جبیں کی تنویر | دکھلا رہی عکسِ حُسنِ تقدیر

تھا آنکھوں و پتلیوں سے جلوا	کونین کے رنگ مختلف کا
پلکیں تھیں کہ نصف چاند تھے دو	قوسین کہوں میں ابروؤں کو
رخساروں میں کچھ عجب سماں تھا	سعدین کا باہمی قران تھا
بینی میں ہلال کا تماشا	تھا طرفہ جمال کا تماشا
یوں رخ میں دہن کا تھا نظارا	مریخ تھا مہ میں آشکارا
ہو دید سے سوزِ عشق پیدا	یہ خاصہ تھا چہِ ذقن کا
تھا خم سے گلو سے صاف مخمور	شیشہ جس طرح مے سے مخمور
تھے ہاتھ کہ سارے نور کے ہاتھ	نعمت یہ کب آئی حور کے ہاتھ
وہ سینہ ذرا جو اس پہ چل جائے	تو پاے نگہ پھسل پھسل جائے
تھی خط سے یہی شکم کی تصویر	لوحِ سیمیں پہ نقشِ تسخیر
یوں ناف کمر کو آئی تھی راس	خاتم میں جڑا ہو جیسے الماس
رکھتی نہ تھی حاجت آئینہ کی	زانو میں تھی صورت آئینہ کی
تھے محوِ خرام پاے گلفام	اک حشر بپا تھا جس سے ہر گام
جو موے دراز کا سماں تھا	وہ آتشِ حسن کا دھواں تھا
صورت میں بھری ہوئی تھی شوخی	قامت میں بھری ہوئی تھی شوخی

اس طرح شگفتہ با صد ناز
واں جلوہ فروز تھی خوش انداز

وہ ساتھ سہیلیاں تھیں گلفام
انسوئیا اور پریمبدا نام

احساس نزاکت بدن تھا
سادہ سا لباس زیب تن تھا

تھا گلبدنی کا پاس یکسر
جسموں پہ گلوں ہی کا تھا زیور

گو وضع میں سادگی کا تھا ڈھنگ
پھوٹا پڑتا تھا حسن خوش رنگ

عالم تھا شباب و دل لگی کا
تھا دور عجب ہنسی خوشی کا

پھر پھر کے گھڑے وہ کھینچتی تھیں
ہر شاخ و شجر کو سینچتی تھیں

رک رک کے وہ کھینچنا غضب تھا
جھک جھک کے وہ سینچنا غضب تھا

تھالوں میں گل، اُنمیں آب جاری
تھی حوض گلاب ہر کیاری

ظاہر تھی مثال سادہ روئی
نظارہ جمال سادہ روئی

چلنے میں وہ اک ادا سے رکنا
ہر گل پہ وہ شاخ گل سا جھکنا

وہ عارض سرخ پر عرق سے
بارش کا نظارہ تھا شفق سے

اڑ اڑ کے وہ آنچلوں کا پھنسنا
منہ پھیر کے شرم سے وہ ہنسنا

اک اک کا مذاق کی وہ لینا
اک اک کا غضب وہ چھینٹے دینا

وہ حسن کی بات بے نقابی
وہ مستی و لطف بے حجابی

قرباں ہوتا تھا دل صدا پر
نکلی جاتی تھی جان ادا پر

وہ محوِ نظارۂ پری رو
یعنی دُشینت شاہِ خوشخو

دیکھی جو وہ شانِ حسن دلسوز
دل میں ہوا عشق آتش افروز

مفتونِ شکنتلا ہوا وہ
دلدادۂ دلربا ہوا وہ

آنکھوں سے نظر نے دل اُڑایا
پہلوے صنم میں جا چھپایا

تھی کل میں جو بے کلی ہویدا
تشویش غزل میں تھی ہویدا

غزل

کس مہ سے ہوئیں دوچار آنکھیں
ہیں مثلِ کتاں فگار آنکھیں

کس کی افشاں پہ تارے ٹوٹے
ہونے لگیں اشکبار آنکھیں

کس شمع سے لو لگی کہ گویا
پُتلی سے ہیں داغدار آنکھیں

کس مستِ شباب کی کشش ہے
چھلکتی ہیں جو بار بار آنکھیں

انساں کو بنا کے چھوڑیں وحشی
اُس بُت کی غزال وار آنکھیں

گردش میں جہاں کو لا رہی ہیں
گردش سے وہ سحر کار آنکھیں

دیکھوں وہ جمالِ عالم افروز
اے کاش ہوں بیشمار آنکھیں

کیا اس سے توقع وفا ہے		آخر ہیں امیدوار آنکھیں

ہو عشق میں سحر اشکباری
خواہش ہے کہ ہوں ہزار آنکھیں

بیتاب تھا یوں اِدھر یہ ناکام — گلگشت میں تھی اُدھر وہ گلفام

دونوں میں غضب کا بانکپن تھا — دونوں میں تناسب بدن تمام

دونوں تھے فروغ مہر خوبی — دونوں تھے مہر سپہر خوبی

دونوں میں ادائے یار کا ڈھنگ — دونوں میں شباب و حسن کا رنگ

تصویر مثالِ حُسن دونوں — تنویر جمالِ حُسن دونوں

تھا عشق سے اب مگر یہ عالم — مہتاب سے نورِ مہر تھا کم

شوخی سے وہاں نہ تھی اُسے کل — بیتابی سے تھا یہاں یہ بے کل

جو بات اُدھر، وہ فرحت انگیز — ہر کلمہ اِدھر تھا بس جنوں خیز

واں پرتوِ خُور سے بڑھ گیا چاند — یاں سایۂ مہر سے مہر تھا ماند

خنداں تھی وہاں وہ صورت گل — نالاں تھا یہاں یہ مثل بُلبل

تقدیر بھی کر رہی تھی تدبیر — تھا وصل سے عشق گرم تاثیر

اُڑکر ناگاہ ایک بھونرا ‏ ‏ چہرہ پہ شکنتلا کے پہونچا

بھاگی وہ، اُدھر سے ہٹ گئی پھر ‏ ‏ جھجکی، ٹھٹھکی، سمٹ گئی پھر

ہاتھوں کو پٹک پٹک اُڑایا ‏ ‏ آنچل کو جھٹک جھٹک اُڑایا

آخر چلّائی ڈر کے مجبور ‏ ‏ "سکھیو! دوڑو! اِسے کردو دور!

"پھر ہائے وہ دیکھو آرہا ہے ‏ ‏ ناحق یہ مجھے ستا رہا ہے"

واں پاس وفا تھا، کمسنی تھی ‏ ‏ ہر لحظہ لگاؤ تھا، ہنسی تھی

بولیں وہ کہ "جا جہاں ہے دشینت ‏ ‏ فریادرسِ زماں ہے دشینت

"تکلیف اُٹھانے والے ہم کون؟ ‏ ‏ ہیں تجھکو بچانے والے ہم کون؟

تھی چھیڑ جو اُن کی آب و گل میں ‏ ‏ تو شہ نے کیا خیال دل میں

"جو کچھ ہو، چلو اسی بہانے ‏ ‏ موقع دیا طالعِ رسا نے"

پہونچا وہیں جو تھی جائے اُمّید ‏ ‏ اک بُرج میں آئے ماہ و خورشید

پوچھا اے مہوشانِ خوشرو! ‏ ‏ "کیوں شور ہے، کون ہے جفا جو؟

"قاطع ہوا کون آشتی کا؟ ‏ ‏ دعوٰی ہوا کس کو سرکشی کا؟"

دیکھا جو اُسے تو سب لجائیں ‏ ‏ حیرت نے یہ حالتیں بنائیں

ششدر تھی ہر ایک بُت کی صورت ‏ ‏ پتھر تھی ہر ایک بُت کی صورت

پھر آنکھ کا کچھ ہُوا ہلانا — آپس کی ہنسی پہ مسکرانا

آخر انسوئیا باَنداز — بولی "نہیں کوئی فتنہ پرداز"

اُس گُل کی وہ دلبری سنائی — زنبور کی خود سری سنائی

پھر شہ کو بٹھا کے با مدارات — رُک رُک کے حیا سے پوچھے حالات

"کیا نام؟" کہا۔ کہا کہ "گمنام" — "کیا کام؟" کہا کہا کہ "ناکام"

پوچھا کہ "حصولِ دستگیری؟" — بولا کہ "حفاظتِ فقیری"

یاں پھر شکنتلا وہ صورت — تھی عقدہ کشائے رازِ الفت

کچھ دُور پہ سر جھُکا کے بیٹھی — سب سے الگ آپ جا کے بیٹھی

وہ محوِ جمالِ دلربا تھی — یوں عشق کی دل میں ابتدا تھی

تھا عشق سے شرم کا بھی یہ حال — کن انکھیوں سے دیکھے وہ خط و خال

سوچی کہ چُلا ہے اسکے بس میں — شعلہ ہے نہاں ضرور خس میں

"ذی قدر بشر حجاب میں ہے — پوشیدہ گُہر حباب میں ہے"

سمجھی نہ وہ سادہ دل یہ زنہار — ہیں عشق ہی کے یہ سارے آثار

مضطر تھا جو یاں گماں سے عاشق — واں وہ ہوئی لاکھ جاں سے عاشق

تھا دل میں بسا خیالِ محبوب — پوچھا راجہ نے حالِ محبوب

انسوئیا پھر بہ خوش بیانی — کہنے لگی عشق کی کہانی

وہ بسوامتر کی عبادت — وہ رشک کی ہر ملک کی عادت

وہ عرش سے مینکا کا آنا — وہ نفس سے خوے زُہد جانا

غنچہ میں وہ دخلِ موجِ صرصر — وہ نکہتِ گُل - وجودِ دختر

عابد کا وہ خوف اپنے شر کا — شعلہ کا وہ چھوڑنا شرر کا

مادر کا وہ کچھ عجب تغافل — وہ باپ کا غم سے سب تغافل

پھر دخت کو کنو کا وہ لانا — وہ نام شکنتلا رکھانا

یوں ختم کیا ترانۂ عشق — سارا وہ کہا فسانۂ عشق

باتیں تھیں یہ آشنائیوں کی — گھاتیں تھیں یہ دلربائیوں کی

اُٹھا اتنے میں شور ناگاہ — دیکھا تو تھا سر پہ لشکرِ شاہ

واقف تھے نہ رازِ عشق سے وہ — غافل تھے نیازِ عشق سے وہ

آتے ہی بنی وہ فوجِ غماز — افشا ہوا نامِ شاہ کا راز

دیکھا جو یہ شہ نے کارخانہ — مانگی رخصت ہوا روانہ

دل چھین کے لیگیا جو طرار — بس دل میں شکنتلا ہوئی زار

ہرچند سہیلیوں کا تھا پاس — شیشہ میں مگر چھپا نہ الماس

کہتی تھی نہ آپ جسکو ڈر سے ‏ ‏ وہ بات عیاں تھی چشمِ تر سے

راجہ جو چلا وہاں سے آخر ‏ ‏ سکھیاں بھی مکاں کو پھر چلیں پھر

تھی گرچہ شکنتلا بھی ہمراہ ‏ ‏ تھا سر میں سرِ نظارۂ شاہ

تو رہ میں یہ رہ پڑی جو یکبار ‏ ‏ بولیں وہ "یہ کیا ہے" کہا "چبھا خار"

منظور بغرض ٹالنا تھا ‏ ‏ کانٹا دل کا نکالنا تھا

یوں ہی کفِ پا سے تھا لگا ہاتھ ‏ ‏ اور تھے دل و دیدہ شاہ کے ساتھ

بادل میں چھپا وہ شعلۂ برق ‏ ‏ یاں زورقِ صبر ہو گئی غرق

تھا سیلِ الم جو بسکہ جاں پر ‏ ‏ آئی یہ غزل وہیں زباں پر

غزل

کس دشمنِ جاں سے لڑ گئی آنکھ ‏ ‏ قابو میں جو اب نہیں رہی آنکھ

حیران جو کسی کے حسن سے ہے ‏ ‏ وا ہو کے بنی ہے آرسی آنکھ

پڑتی ہیں زمیں پر نگاہیں ‏ ‏ ہے عشق میں محوِ بندگی آنکھ

آنکھوں میں سیاہ ہے زمانہ ‏ ‏ اُس بُت نے ہی اب جو پھیر لی آنکھ

فرقت میں لہو میں رو رہا ہوں ‏ ‏ بے وجہ نہیں لہو بھری ہی آنکھ

مانا یہ کہ دل نہیں ہے، لیکن ‏ ‏ کیوں اب نہ رہی وہ پہلی سی آنکھ

دشوار ہوا نظر کا پھرنا
ہے خندۂ گل بھی طعنہ زن آج

اس طرح اس آنکھ سے لڑی آنکھ
ہر گل کی جو کرتی تھی ہنسی آنکھ

کیا درپئے جور سحر ہے چرخ
کیوں پھر گئی مجھ سے مہر کی آنکھ

تیسرا باب
شادی

رباعی

ہے بس کشش مہر سے گیتی کا وجود
مخلوق میں ہو کشش نہ کسطرح عیاں

ملتے ہیں کشش سے سارے بود و نابود
جب جوہر خاک میں کشش ہو موجود

آیا ہے جو ذکرِ وصل اسے راس
یوں خامہ ہے محوِ روئے قرطاس

جب ہمدمِ عاشقانِ پُرسوز
مشرق سے ہُوا ز ماش افروز

وہ صیدِ کمندِ زُلفِ دلدار
یعنی دُشنبت نو گرفتار

بہرِ تسہیلِ حلِّ مطلب
سوچا کہ "رہو اکیلے ہی اب"

"اسوقت کسی سے کام کیا ہے؟
بس عشق میں وصل مدّعا ہے!"

آخر پاتے ہی حکمِ شاہی
لشکر ہوا اسوسے شہر راہی

اور سوچ رہا تھا شاہ یکسر
تدبیرِ وصالِ یارِ دلبر

اتنے ہی میں دو فقیر آئے
پیغام نشاط خیز لائے

بولے کہ "ہے کنّو نے بلایا
دیووں نے وہاں ستم ہے ڈھایا

"مطلوب ہے بگیہ کی حفاظت
بس لازمی آپ کی ہے شرکت"

پس سُن کے فوراً اُن کے ہمراہ
شاداں، فرحاں، رواں ہوا شاہ

اس طرح دیارِ جاں میں پہونچا
بلبل سا وہ گلستاں میں پہونچا

جب بگیہ سے مل چکی فراغت
وحشت ہوا واں سے رخصت

کوشاں طلبِ نگار میں تھا
مصروف تلاشِ یار میں تھا

ازبسکہ وہ تھا وفا کے بس میں
پروانہ تھا شمع کی ہوس میں

مژگاں نے کیا تھا آنکھ میں گھر
دیوانہ کو تھی تلاشِ نشتر

پایا جو غرض نشانِ منزل
آنکھیں ہوئیں کاروانِ منزل

واں ایک مقام پُر فضا تھا
دیکھا تو درِ آسیہ وا تھا

یعنی اک جا، میانِ اشجار
ظاہر تھی نشستگاہِ دلدار

اور منظرِ دلفریب اُس جا
تھا پاس ہی مالتی ندی کا

مضطر تھی شکنتلا جگر سوز
سایہ میں پڑی تھی جلوہ افروز

یوں رُخ سے رواں تجلّیِ آب
جسطرح سحر سے نورِ مہتاب

یہ حال ہوا سے زلف کا تھا
اِک دُود تھا آتشِ جگر کا

اُس دیدۂ نیم باز کی دید
کچھ یاس دکھاتی تھی، کچھ اُمید

اور بہرِ سکونِ قلبِ مضطر
تھے سینہ پہ چھاتیوں سے پتّھر

آنکھیں تھیں کہ آنسوؤں سے دُربار
اک سبحۂ عشق تھا نمودار

دل ہی میں نہ تھا وہ دردِ حسرت
کُل جسم تھا اک نمودِ حسرت

تھے غم میں ستارے راس اُسکے
دونوں سکھیاں تھیں پاس اُسکے

دو ذرّے تھے آفتاب پر غش
یا دونوں مجوس محوِ آتش

با ناز و ادا احباب کے گرد
یا شرم و حیا شباب کے گرد

تھی گرمیِ عشق دہنے بائیں
آنچل سے وہ دیتی تھیں ہوائیں

تھا ابر میں جلوہ روشنی کا
یا سایہ میں کھیت چاندنی کا

کہتی تھیں وہ "یہ اضطراب کیوں ہے؟
اسطرح یہ پیچ و تاب کیوں ہے؟"

"ہے کس بُتِ فتنہ خیز سے کام؟ | بھولا ہے تجھے جو خواب و آرام!"
"کس گُل کی تجھے تلاش بو ہے؟ | کس کھوئے ہوئے کی جستجو ہے؟"
"ہے عشق میں تو غمِ جدائی | انجام ہے اس کا بیوفائی"
"رنگ آہ، اُڑا ہے رنگِ تمثال | مُرجھا گئے وہ، جو گُل سے تھے گال"
"مُو، رُخ پہ نڈھال آ گئے ہیں | آئینہ میں بال آ گئے ہیں"
"ہاں سوچ! اہیم تو بڑی ہے | دشینت کو تیری کیا پڑی ہے؟"
"ذیجاہ کو کیا حقیر سے کام؟ | ہاں، شاہ کو کیا فقیر سے کام؟"
"اک ملکۂ حسن ہو کے تو بھی | البتہ ہے شاہ کی ساوی!"
"گو یوں ہے بہت بجا اے عشق | پر کب ہے فراغت آشنا عشق؟"
"ہے اپنی نجات اگر گوارا | کر عشق کے بحر سے کنارا!"
یہ سُن کے کہا شکنتلا نے | دردِ غمِ دل کی آشنا نے
"جادو یہ نہیں کہ در سے ٹلجائے | سایہ یہ نہیں کہ سر سے ٹل جائے"
"کچھ سہل نہیں ہے بے نیازی | کچھ کھیل نہیں ہے عشقبازی"
"جھیلی ہو جو یوں کڑی تو جانو | ہو تم پہ اگر پڑی تو جانو"
"سمجھاؤ اُسے جو ہو خرد مند | دیوانہ کو کیا ہے حاجتِ پند؟"

"مجبور ہوں دل سے ہائے افسوس — میں آپ ہوں مبتلائے افسوس"

"کچھ لطف ہے انتظار میں بھی — کچھ کیف ہے ہجر یار میں بھی"

"حالت بنے بہتر اب کہ ابتر — اٹھ جائیگی خود جو ہے پڑی سر"

"موت آئے کہ وصل ہو، نجانے — تقدیر کے کیا ہیں کارخانے"

"ہمدرد ہو غمگسار ہو کر — قربت رکھو یا سدا ر ہو کر"

یہ کہتے ہی ہو گئی وہ خاموش — معشوق تھا یاد، سب فراموش

سکھیوں نے بھی پھر وہ بات ٹالی — تسکین کی راہ یوں نکالی

سوچیں کہ کچھ یونہی نقلِ غم ہو — اک نامہ میں حالِ غم رقم ہو

تھا دل میں جو نذرِ دل کا احساس — پتا تھا کنول کا جائے قرطاس

لکھا یہ شکنتلا نے اُس دم — "اے سرورِ خسروانِ عالم!

"اے عالمِ رمزِ جاں پناہی! — اے عاملِ طرزِ بادشاہی!

"اے گوش دہِ فغانِ بیکس! — اے حوصلہ بخشِ جانِ بیکس!

"اے رنگ نمائے حُسنِ الطاف! — اے نور فزائے شانِ انصاف!

"یوں ظلم ہے مجھ غریب پر کیوں؟ — سختی ہے ستم نصیب پر کیوں؟

"دکھلا کے ادائے آشنائی — کرتا ہے اب آہ، کج ادائی!"

یا تجھ سے ہوئی تھی کسقدر آس / یا میں ہوں اب اور یہ حالت یاس

کیوں مجھ پہ تری نظر نہیں ہے / کیوں تجھکو مری خبر نہیں ہے

مانا نہیں میرے غم کا احساس / پر اپنے ہی نام نیک کا پاس

وہ دیکھوں کہ دکھائے کیا مقدر / بیداد نما ہے داد گستر

کوئی بھی تو دافعِ الم ہو / وہ عدل ترا ہو یا کرم ہو

ورنہ مری بیدلی کا انجام / کر دے گا تمام جان کا کام

یہ لکھکے ہوئی جو سخت مایوس / پھر ہو گئی محو رنج و افسوس

وہ لقمۂ نازِ عشق یک لخت / یعنی دُشنیت سوختہ بخت

تکلیفِ ستم کا حال سنکر / تڑپا تپِ رنج و غم سے بھن کر

اس طرح گیا قرار تن سے / جسطرح بہارِ گل چمن سے

دروازۂ صبر جب ہوا بند / بیتاب چلا وہ آرزومند

چھپ چھپ کے شکنتلا تک آیا / خوشبو کی طرح صبا تک آیا

کانوں میں صدائے پا جو آئی / ان سب نے ادھر کو آنکھ اٹھائی

دیکھا تو کشش تھی جذبِ دل کی / تاثیر تھی آہِ متصل کی

نامہ کا جواب یوں عیاں تھا / راجہ دُشنیت خود وہاں تھا

سکھیاں وہیں رنج و غم کئیں بھول
گُل بن کے شگفتلا گئی پھول

چمکا پھر ایک نور تن سے
چھوٹا مہتاب پھر گہن سے

ہمراز تھیں دونوں بسکہ دانا
جو پاس حجاب تھا وہ جانا

تو چھوڑ کے اُس کو ہٹ گئیں وہ
قسمت کی طرح پلٹ گئیں وہ

تنہا دُشنیت نے جو پایا
دِلدار کو سینہ سے لگایا

گستاخیِ شاہ پر جھڑک کے
اُٹھی وہیں شعلہ رُو بھڑک کے

معشوقہ کو دیکھکر غضبناک
دامن سے گرا وہ صورتِ خاک

اُس بت پہ وہیں نثار ہو کر
کہنے لگا شرمسار ہو کر

"ناحق مجھے تو نے سرزنش کی
یہ تیرے ہی حسن کی کشش تھی"

کب ورنہ زمیں فلک کے قابل؟
انسان کہاں ملک کے قابل

سائل پہ بجا ہے زرفشانی
مائل پہ روا ہے مہربانی

عاشق کی امید کا ہو یوں پاس
ٹوٹے نہ امیدوار کی آس

اُس نے یہ کہا کہ "اے مہاراج!
محتاج ہیں، آپ صاحبِ تاج"

"کچھ زار سے آپ کی ہنسی کیا؟
راجہ کی گدا سے دل لگی کیا؟"

"قابل ہیں ستانے کے کہاں ہم؟
میں آپ ہی تنگ و خجل ہوں"

"کب مجھکو کسی کا آسرا ہے ؟
غم ہی فقط ایک باوفا ہے !"

"برگشتہ ہوئی ہے ہائے تقدیر
دل مجھ سے پھرا ہے وائے تقدیر"

آنکھوں میں مرے جہان ہے تاریک
شب کی طرح دن بھی یاں ہے تاریک

"تو شاہ کرم، میں طالبُ الرحم
تو بحرِ عطا، میں واجبُ الرحم"

یہ کہکے بھر آیا جی تو ناچار
ڈوبی یم خامشی میں یکبار

تھا جوشِ شباب اور حیا تھی
اک کشمکش یونہی رونما تھی

رونے لگی دل پہ رنج سہہ کے
جوں اشک گری قدم پہ شہ کے

روکا راجہ نے جوشِ غم کو
تسکین دی قلبِ پُر الم کو

پہلو جو کشش کا اُس نے پایا
دل کی طرح سینہ سے لگایا

بولا کہ "سن، اے نگارِ مہوش!
گلچہرہ و گلعذار مہوش!"

"یاں نقش ہے باہزار تنویر
آئینۂ دل پہ تیری تصویر"

"بے تیرے ہے ملکِ عیش تاراج
اورنگ خیال وخواب ہے تاج"

"بھولا ہوں خزانہ، گو کہ ہوں شاہ
ہے تیرے ہی گنجِ حسن کی چاہ"

"چھوٹا حشمِ شہی وطن میں
آوارہ فقیر سا ہوں بن میں"

"گیسو کا ترے خیال کیا ہے
ہر دم مرے سر پہ اک بلا ہے"

"آنکھوں کی چمک ہے جی جلاتی
بجلی سی نظر سے ہے گراتی"

"عشقِ ابروے پُرستم سے
ہوں قوس سا سرنگوں الم سے"

"یونہی جو رہا غمِ نہانی
تو مرگ ہے مجھکو زندگانی"

"یاں ہجر میں تیرے، رشکِ خورشید!
ہر لحظہ تپاں ہے قلبِ نومید"

"ارماں کو ترا وصال بس ہے
حسرت نہ رہے، یہی ہوس ہے"

"ہجراں سے مجھے نجات ہوجائے
للہ اب التفات ہوجائے"

یہ سُن کے کہا کہ "آہ افسوس
اپنا بھی ہے دل تباہ، افسوس"

"کچھ ہے تو یہ چارۂ الم ہے
اِک اور ترا شریکِ غم ہے"

"تجھکو ہی فقط نہیں مری چاہ
دلدادہ تری ہوں میں بھی اے شاہ!"

"جس وقت سے دیکھی تیری صورت
مجھپر بھی کھلا ہے رازِ الفت"

"بھولی ہوں گلوں کا حسنِ خوشرنگ
غنچوں سے بھی ہوں میں سخت دلتنگ"

"یوں لیل و نہار ہیں نظر میں
نے شام میں لطف نے سحر میں"

"پہلو ہیں مرے جنوں میں ڈر کے
ہے سایہ سے خوف ہر شجر کے"

"جس چیز سے تھی کمال رغبت
اب اُس سے ہوئی ہے سخت نفرت"

"دل خوش تھا سو اب ہے زار تجھ بن
ہے آہ، خزاں۔ بہار تجھ بن"

"عیسیٰ مرے! اب ہے غیر حالت — ہے رُخ سے پریدہ رنگِ صحت"

چندے جو رہا یہ دردِ ہجراں — مرنے ہی پہ ہوگا وصلِ جاناں

"گر اب مری زندگی ہو منظور — کر کلفتِ ہجر یکقلم دور!"

یہ کہکے عجب حجاب آیا — روئی، ہاتھوں سے مُنھ چھپایا

راجہ نے دوائے بیدلی کی — سینہ سے لگاکے دلدہی کی

معشوق کا پاکے باوفا عشق — دُونا دلِ شاہ میں ہُوا عشق

شادی کی تھی غم رسیدوں کو چاہ — گندھرپ طریق سے کیا بیاہ

یاں شوقِ وصال جوش زن تھا — واں عذرِ نزاکتِ بدن تھا

اِسکا وہ شباب تھا کہ توبہ! — اُسکا وہ حجاب تھا کہ توبہ

یاں نکلے کلام سے کچھ ارمان — گھٹتی تھیں حیا سے حسرتیں واں

یوں گزری جو حد سے جوششِ دل — دونوں کو ہوا قرار مشکل

تھا پردۂ شرم عشق سے چاک — خوش ہوکے ملے وہ دونوں غمناک

تھی بیل میں دل لگی کی صورت — شادی سے بنی خوشی کی صورت

اُس گل سے ہوئی اُمید بر کی — آمد ہوئی سرو میں ثمر کی

---

۱۵ اس طریقہ پر اہلِ ہنود میں باقتضائے ضرورت بیاہ کی رسم آناً فاناً ادا ہوجاتی ہے - سحر

گذری جو بہ عیش و کامرانی
سوچا وہ کہ دو کوئی نشانی

خاتم غرض اپنی وہ پنہا کے
حلقہ میں خود آگیا وفا کے

رخصت پھر چاہی دلربا سے
تسکیں بخشی، دیے دلاسے

دل رنجِ فراق سے بھر آیا
بوسے لیے اور گلے لگایا

گریہ کی جو تھی اُدھر بھی شدّت
آنسو پونچھے، کہا کہ رخصت!

اُمّید بندھا کے خستہ تن کی
دُشینت نے راہ لی وطن کی

چوتھا باب

انجامِ بیخودی

رُباعی

جب آنکھ لگی تو دل سے گم تھا سب کچھ
صبر و آرام و ہوش اپنا سب کچھ

غفلت کا بُرا ہو یا ہو اچھا انجام
اک یاد رہا تو عشق، بھولا سب کچھ

کرتا ہے جو ذکرِ غم کا ساماں
یوں خامہ صریر سے ہے نالاں

وہ کشتۂ تیغِ عشقِ دلدار
یعنی وہ شکستہ دلِ افگار

سختیِ غمِ فراق سہتی
محبوسِ تشدّدات رہتی

سکھیوں کو بھی روکے گہ رولاتی
گہ بیاہ کا ماجرا سُناتی

بڑھتا جو کبھی شکِ نہانی
خاتم تھی دوائے بدگمانی

دل سوز سے ہو رہا تھا مانوس
جلتی تھی برنگِ شمعِ فانوس

تلخی سے تھی بھوک پیاس برباد
شیرینیِ لب کسی کی تھی یاد

توفیرِ خیال سے پریشاں
تھی صورتِ حال سے پریشان

دل میں ہوسِ کنارِ معشوق
اور آنکھ میں انتظارِ معشوق

اک روز کہ بس وہ روز تھا نحس
شبہائے فراق سے سوا نحس

وحشت میں چلی وہ جانبِ دشت
مانندِ صبا برائے گلگشت

چلنا کسکا تھا کیا ٹہلنا
منظور تھا دل کا کچھ بہلنا

دریا کو بھرا ہوا جو پایا
تو جوشِ الم سے دل بھر آیا

چشمِ گریاں حباب دیکھے
امواج کے اضطراب دیکھے

اندوہِ نہاں تھا حسرت افزا
بے یار سماں تھا حسرت افزا

دیکھا جو گلوں کو چاک داماں — شبنم صفت اُنپہ تھی وہ گریاں

سنبل نے اُڑائے زلف سے بال — لالہ نے دکھائے یار کے خال

رفتارِ نسیم دلربا تھی — دانائی و عقل سب ہوا تھی

دل میں جو ہوا فزوں ز حد رنج — پڑھنے لگی یہ غزل بصد رنج

غزل

چاہا کہ جئیں وفا سے تیری — موت آئی مگر جفا سے تیری

جائے گی خیالِ زلف میں جان — مر جاؤں گا میں، بلا سے تیری

اے رشکِ شمیم، یادِ رفتار — پوچھیں گے خبر صبا سے تیری

آہو سیکھیں گے سحرِ تسخیر — اُس نرگسِ سرمہ سا سے تیری

آوارۂ جستجو ہیں کیا کیا — آتی ہے جو بُو، ہوا سے تیری

تھی وصل میں بھی جو نامرادی — شکوہ ہے ہمیں ادا سے تیری

غنچہ میں ہے سازِ لحن گویا — اے غنچہ دہن، صدا سے تیری

ہم مر گئے وائے بختِ معکوس — یادِ لبِ جانفزا سے تیری

ہر جا ہے تو سحر کی نظر میں

پردہ ہوا حیا سے تیری

"کہتی تھی کہ "اے بہارِ قدرت! اے ہوش رُبا نگارِ قدرت!"

"ہے جبکہ کشش تری ادا میں کھینچا اُسے کیوں نہ پھر فضا میں؟"

"نرگس کی پھری تھی چشمِ بدخو روکا نہ اُسے، چلا نہ جادو"

"سوسن! تو ہی خوش بیان ہوتی گویا منہ میں زبان ہوتی"

"سیدھا نہ تھا ہائے تو بھی شمشاد! کچھ آئی نہ روک تھام کی یاد"

"سبزہ پہ بھی نیند کا رہا بار پکڑے نہ لپٹ کے پائے دلدار"

"تو ہی مری آہ! کچھ ہوا باندھ پیچوں میں ذرا اثر کو لا باندھ"

"جاں لے نہ چکا خروش تیرا اے نالہ! عبث ہے جوش تیرا"

"ہے گریۂ یاس اشکِ تر میں ہے آگ لگی دل و جگر میں"

"ہیں ہجرِ صنم میں دونوں یکساں اب شامِ فراق و روزِ ہجراں"

"کب تک کوئی بارِ غم اٹھائے؟ کب تک کوئی ستم اٹھائے؟"

"ہو خار نصیب اس خلش کو! یارب لگے آگ اس تپش کو!"

"مٹ جائے یہ کاوشِ نہانی ہو مرگ نصیبِ زندگانی!"

کہتی تھی کہ "اے خیالِ دلدار! پرتو فگنِ جمالِ دلدار!"

"تصویر کا عکس سے ہو کیا کام؟ کیا نقل سے اصل کا بھلا کام؟"

"ہے خیر اسی میں تو بھی جا جا! — جلد اب مجھے چھوڑ کر چلا جا!"
"دکھلائے نہ رنگ ساتھ تیرا — ہو سرخ نہ خوں سے ہاتھ تیرا!"
"پچھتائیگا، ہوگا تو پشیماں — کردوں گی میں تجھ پہ جان قرباں"
"اے دل! تجھے ہائے کیا ہوا ہے؟ — کیا عشق میں بسکہ مبتلا ہے؟"
"دلبر کو جو ہو اثر تو جانوں — آئے وہ ابھی اِدھر تو جانوں"
"یوں ہی جو تڑپ تری رہے گی — دنیا مجھے ہائے کیا کہے گی؟"
"لیکن یہ خیالِ خام کیسا؟ — اندیشۂ اِتّہام کیسا؟"
"ڈر کا سبب مجھے حق میں پاس کیوں ہو؟ — جب عیب نہیں، ہراس کیوں ہو؟"
"اچھا ہے جو حال یوں ردی ہے — ہونے دے برائی جو بدی ہے!"
"دیکھے گا کبھی تو شاہ آ کے — آثار جفا کے اور وفا کے"
"اے عشق! یہ نفرتِ وفا کیوں؟ — مظلوم پہ جبر کیوں جفا کیوں؟"
"بدلی ہے بسانِ ابر حالت — رونے سے بنی ہے ہائے کیا گت"
"مشہور ہے بسکہ تو اثر میں — ہے سحرِ کشش تری نظر میں"
"گمنام بنا نہ نام اپنا! — کر راہِ عمل میں کام اپنا!"
"احساں ترا کب رہیگا سر پر؟ — نکلی جو تڑپ کے جانِ مضطر"

اس طرح تھی محو وہ دل آرا — گذرا درویش اک قضا را

دُربا سا اُس کا نامِ نامی — مشہور بخصلتِ گرامی

اُسدم تھی وہ سرو قد جو معذور — تعظیم کو اُٹھ سکی نہ مجبور

تو ہو کے مطیعِ خشمناکی — عابد نے وہیں یہ بد دعا کی

"وہ بھولی ہے تو جسکے غم میں ناشاد — بھولے سے نہ وہ کرے تری یاد"

واں اور ہی تھا خیال سر میں — تھی بیخبری دل و جگر میں

سکھیوں نے مگر سُنی صدا وہ — درویش کی یعنی بد دعا وہ

دیکھا جو فقیر کو غضبناک — لپٹیں قدموں سے صورتِ خاک

راجہ کا اُسے ستم سُنایا — مہجور کا حالِ غم سُنایا

کر کے مجبوریوں کا اظہار — آخر ہوئیں عفو کی طلبگار

آیا ترس اُس کو تو کہا "اے — ممکن نہیں بات جھوٹ ہو جائے"

پھر سوچ کے بول اُٹھا وہ دلگیر — "وہ بتلاتا ہوں خیر ایک تدبیر"

"مُہر اپنی جو دیکھے شہ کہیں سے — یاد آئیگی نام کی نگیں سے"

یہ کہکے رہا نہ وہ ذرا پاس — یہ دونوں گئیں شکنتلا پاس

تسکین جو اس کی تھی گوارا — یہ راز کیا نہ آشکارا

پانچواں باب

شکوۂ فراموشی

رُباعی

ہے وجہ سیہ طالعی صفائے معشوق — کمیاب ہوئی جنسِ وفائے معشوق
ہے شکوۂ روزگار اے سحر عبث — مشہورِ زمانہ ہے جفائے معشوق

لکھنا ہے جو حالِ آہ و زاری — یوں کلک کی اب ہے اشکباری
چندے جو رہا یہ دورِ فرقت — تو بدلی شکنتلا کی حالت
آہوں سے رہا جو کام یکسر — چہرہ سے اُڑا وہ رنگ انور
لائی یہی رنگ اشکباری — زائل ہوئی آبِ جسم ساری
رنج اپنا حیا سے ضبط کرتی — اندیشہ سے جی ہی جی میں مرتی
سکھیاں مگر اُسکی تھیں جو ہمراز — سمجھیں سب طورِ غم کے انداز
غمخوار جو اُسکی ہر زماں تھیں — خود بھی وہ غریب خستہ جاں تھیں

سوچیں "کہیں خیر میں نہ شر ہو — ایسا نہو اور یہ بتر ہو"
"ڈر ہے کہ جنوں میں ہو کے بیباک — کر بے نہ قبائے زندگی چاک"
"یا عشق نہ خنجرِ گلو ہو — اُلفت میں شہید و سرخرو ہو"
"یا وصلِ صنم کی آرزو میں — کھو جائے کہیں نہ جستجو میں"
"بہتر ہے کہ کنو پاس جاکر — سب حال سُنائیے چھپا کر"
"ممکن ہے کہ فکر وصل کی ہو — پیدا نئے سر سے زندگی ہو"
القصّہ گئیں وہ نزدِ درویش — سب حال کہا بلا پس و پیش
تھا رنجِ شکنتلا سے ناشاد — شادی کی خبر سے وہ ہوا شاد
سوچا کہ "ہے گُلِ چمن کو موزوں — شوہر ہی کا گھر ہے زن کو موزوں"
پھر جلد کیا سفر کا ساماں — جانے کے لئے گزر کا ساماں
آخر جو دمِ وداع آیا — اُس روحِ رواں کو پھر بلایا
بولا کہ "ہے اب ندامت اس جا — بیجا ہے تری اقامت اس جا"
"راجہ سے ہُوا ہے بیاہ تیرا — بہتر ہے وہیں نباہ تیرا"
"وہ کرنا طاعت نثار ہوکر — رہنا خدمتگزار ہوکر"
"اکسیر ہے خاکِ پائے شوہر — ہے حق کی رضا، رضائے شوہر"

یوں ہی سمجھا کے اور بجھا کے — بولا "رخصت! گلے لگا کے

کر کے دو چیلے اس کے ہمراہ — کی راہنمائی حسبِ دلخواہ

مجبور جو تھی وہ بے بسی سے — روئی مل مل کے ہر سکھی سے

سکھیوں نے بھی پیار سے بس یکسر — پھولوں کے پہنا لئے اسکو زیور

یوں بولیں پھر اس سے وہ خردمند — "اصلاً نہیں تجھکو حاجتِ پند"

"بھولے تجھے گر وہ شاہِ دانا — انگشتری بر محل دکھانا"

روتی ہوئی بولی پھر وہ ذی ہوش — "کرنا نہ کبھی مجھے فراموش!"

گو ہے سخت جو اس جدائی کا غم — خوش ہو کے کبھی ملیں گے باہم"

پھر کہنے لگی یہ بے تأمل — "تارے مری آنکھ کے ہیں یہ گل"

"یوں لطف سے شادکام رکھنا — شاداب انھیں مدام رکھنا"

دیوار سے، در سے مل کے روئی — ہر ایک شجر سے مل کے روئی

رو رو کے کہا کہ "اے گلِ باغ! — ہیں یاد کو تیرے دل کے بس داغ"

"پھولے گا مدام تو اثر سے — سینچے جاتی ہوں اشکِ تر سے"

"اے آہوئے دشت ہو اجازت — اب اپنی سکھی کو دو اجازت!"

"اے جملہ طیورِ نغمہ خواں! ہائے — اٹھتا ہے اب اپنا آشیاں ہائے"

"تفریحِ فضائے دشت، رخصت   ترویجِ ہوائے دشت، رخصت"

پھر دیکھ کے آخری نظر سے   بن کو نکلی غریب گھر سے

تھی دل میں غمِ وطن کی توقیر   چلتی تھی وہ جیسے ماندہ دلگیر

یوں گم تھی وہ خود کو کھونے والی   ہو کر رہی بات ہونے والی

کچھ دور گئی تو ایک دریا   لکھا قسمت کا سامنے تھا

چلتا تھا جو اُس سے چرخِ پُرفن   پانی میں گئی وہ سوختہ تن

دھونے کی جو دست و پا کے تھی چاہ   ڈوبی دریا میں خاتمِ شاہ

الفت کا نشان یوں مٹایا   بیہوش کو ہوش کچھ نہ آیا

منزل پہ غرض وہ جا کے پہنچی   راجہ کے محل تک آکے پہنچی

درخواست اجازتِ گزر کی   دربان نے شاہ کو خبر کی

دشنیت نے جلد اُسے بلایا   آئینہ کو روبرو منگایا

عابد کی دعا کا یہ اثر تھا   دیکھا تو وہ شاہ بے خبر تھا

پوچھا "اے حور اے پری رو!   کس باغِ جنان سے ہے اُڑی تو؟

"وجہِ عدمِ قرار کیا ہے؟   کیوں آئی ہے؟ مجھ سے کار کیا ہے؟"

بولی وہ، جو دیکھی طرزِ بیداد   "مظلوم ہوں کر رہی ہوں فریاد

"میں ساکنِ خانۂ الم ہوں — ناکام ہوں، مبتلائے غم ہوں"

"خدام کو ہے مطاع کا ساتھ — خورشید سے ہے شعاع کا ساتھ"

"تیری ہی کنیزِ باوفا ہوں — تیری ہی تو ہائے کتخدا ہوں"

"تیرا ہے ظلم، بے وفائی — میرا ہے جرم، آشنائی"

اس بات نے شاہ کو سنایا — تقدیر نے طرفہ گل کھلایا

بولا وہ کہ "مجھکو کہتی ہے کیا؟ — کچھ ہوش ہے تجھکو، کہتی ہے کیا؟"

"کسطرح ہے؟ کیسے حال میں ہے؟ — کیا دھیان ہے کس خیال میں ہے؟"

"میں کیا جانوں تری کہانی؟ — کیسی شادی؟ کہاں کی رانی؟"

راجہ کی جو کچھ ادائی دیکھی — خود آنکھ سے بیوفائی دیکھی

تھی خستہ دلِ فگار پر وہ — گریاں ہوئی حالِ زار پر وہ

تھا صبر و قرار وقف تاراج — بولی گھبرا کے "اے مہاراج!"

"کیوں ہائے تجاہل اسقدر ہے؟ — ہے سب خبر، اور بے خبر ہے!"

دانا ہو کر بنا ہے ناداں — سب جان کے بھی بنا ہے انجاں"

وہ صید، وہ بن تجھے نہیں یاد؟ — "وہ دل کی لگن تجھے نہیں یاد؟"

"بھولا وہ غمین ادائے شادی؟ — یعنی وہ شکنتلا سے شادی؟"

اُسے کاش جبھی حجاب ہوتا!
بچنا تھا تو اجتناب ہوتا!

یاں میں ہوں غریقِ چاہِ الفت
واں خاک ہے نقشِ راہِ الفت

واجب ہے لحاظِ عشقبازی
دلبر کو بجا ہے دل نوازی

آئے ہوئے پر ستم یہ، ہیہات!
مہمان کی ضرور ہے مدارات

گر کچھ ہے خیالِ آزمایش
میں خود ہوں مثالِ آزمایش

غربت میں ہوں خوار تیری خاطر
چھوڑا گھر بار تیری خاطر

ہیں محبسِ عشق میں ہوں دلتنگ
سختی سہتی ہوں صورتِ سنگ

وابستہ ہے تجھ سے جانِ بیمار
ہیں مرگ وحیات دونوں دشوار

معلوم نہ تھا خوشی میں غم ہے
قسمت ہی میں حصۂ الم ہے

ورنہ مر ہی جی کے صبر کرتی
مجبور تھا دل تو جبر کرتی

اچھا تو شہادتِ وفا دوں
باور نہیں گر تجھے، دکھا دوں

انگشت پہ پھر نظر جو ڈالی
دیکھا خاتم سے ہاتھ خالی

گھبرائی کہ کیا ہوئی انگوٹھی
سچی ہوتی ہے بات، جھوٹھی

بیتاب ہوئی جو اور غم سے
پڑھنے لگی یہ غزل الم سے

غزل

معتوب پہ یہ عتاب کیوں ہے ‌ ‌ ‌ مظلوم پہ یہ عذاب کیوں ہے

طوفان ہو نوح کا نہ برپا ‌ ‌ ‌ پھر اشک سے عالم آب کیوں ہے

تدبیرِ سکوں نہیں کوئی آہ ‌ ‌ ‌ دل ورنہ پُر اضطراب کیوں ہے

جو طبع پہ اُس کی بھی گراں ہو ‌ ‌ ‌ اتنا غمِ بےحساب کیوں ہے

ہوں دامِ بلا کی خود میں نخچیر ‌ ‌ ‌ اُس زلف کو پیچ و تاب کیوں ہے

ہے اِس میں کچھ اپنے بخت کا پھیر ‌ ‌ ‌ اُس طبع میں انقلاب کیوں ہے

کتنا ہے غم و الم کا احساس ‌ ‌ ‌ دُنیا ہمہ رنگِ خواب کیوں ہے

اے روح نکل کہیں بدن سے ‌ ‌ ‌ بے فائدہ اضطراب کیوں ہے

تھی بات تری تو راست اے سحر
اب کلمۂ ناصواب کیوں ہے

راجہ نے کہا "دکھا نہ گھاتیں ‌ ‌ ‌ خاموش ہو بس بنا نہ باتیں"

"بدنام نہ نیک راہ کو کر ‌ ‌ ‌ ماخوذ نہ بے گناہ کو کر"

"حیلے سے چلی ہے لینے مجھکو ‌ ‌ ‌ آئی ہے فریب دینے مجھکو

"خود رفتہ نہیں کہ بھولجاؤں — کچھ یاد ہو تو زباں پہ لاؤں"

"جب رشتہ نہیں، نباہ کیسا — بیگانہ سے میل و بیاہ کیسا؟"

"ہر چند ہے پاسِ مقصدِ خیر — ممنوع ہے صحبتِ زنِ غیر"

"پھر بھی تجھے رحم سر بسر ہے — پر قہرِ خدا کا سخت ڈر ہے"

"بہتر ہے کہ اپنا راستا ڈھونڈھ — کھویا ہے جسے اُسی کو جا ڈھونڈھ"

راجہ سے جو یوں جواب پایا — غصّہ وہیں غمزدہ کو آیا

بولی کہ "نہیں تری زبانی — زیبا تجھے یہ غلط بیانی"

"خود ہو کے ذلیل اے بدانجام — کرتا ہے مجھے ذلیل و بدنام"

"اب آن پہ تو نہیں ہے قائم — ایمان پہ تو نہیں ہے قائم"

"بھولا رہِ معدلت پناہی — یعنی آئینِ بادشاہی"

"یوں عاملِ فرض جب نہیں تو — بس راج کے قابل اب نہیں تو"

ہے داد رسی کی طرفہ ایجاد — فریاد سے مجھ پہ ہے یہ بیداد"

"اچھا، قسمت کا جو لکھا ہو! — راضی ہوں اُسی پہ جو رضا ہو"

"اُمید سے آئی شاد ہو کر — اب جاتی ہوں نامراد ہو کر"

"یاد آئے گی میری گر کسی دن — پچھتائیگا سوچ کر کسی دن"

محروم ہوں اپنے ہم بغل سے — رشتہ جوڑوں کی اب اجل سے
یہ کہہ کے وہ نکلی صورتِ آہ — اور ہو گئی ساتھیوں کے ہمراہ
بولے وہ کہ "اے کثیف دامن! — کس مُنھ سے چلیگی اب چمن میں
چھوڑا راجہ نے ہاتھ تیرا — بہتر نہیں اب تو ساتھ تیرا"
یہ کہکے چلے وہ، مُنھ کو موڑا — پیچھے اُسے نقشِ پا سا چھوڑا
ہر سمت کلامِ یاس سُن کے — روئی مایوس سر کو دھن کے
بولی "ہے ہے یہ دن، خدایا — دورِ ایّام نے دکھایا"
حامی نہیں کوئی بہرِ امداد — ساتھی نہیں کوئی وقتِ افتاد
"اے عشق! بتا، کدھر رواں ہوں؟ — آوارہ ہوں اور خستہ جاں ہوں!"
یوں سوچ میں وہ کھڑی تھی ناچار — ناگہ ہوئی مینکا نمودار

ہالہ میں لیا قمر کو آکے
فردوس کو لے چلی اُڑا کے

چھٹا باب

غمگساری

رباعی

پہونچا کس کس کی جانِ شیریں کو گزند | کیا کیا ہیں رسیں کے جسمِ نازک پیوند
افزوں ہوتی ہے اور بیتابی سحر | ہوگی نہ کبھی عشق میں تاثیرِ بلند

لکھتا ہے غمِ نہانِ عاشق | گویا ہے قلم زبانِ عاشق
جب مینکا اُڑ گئی سما کو | ہاتھوں میں لیے شکنتلا کو
لیجا کے وہیں مکاں میں رکھا | اُس حور کو یوں جناں میں رکھا
گھبرائی شکنتلا کہا "ہائے! | کس طرح یہ کیا سے کیا ہوا ہائے"
"میں بیخبر اور نیم جاں ہوں | کیا جانیے کیا ہوں اور کہاں ہوں!"
"گو عشق کی خوب ابتدا تھی | ہونی بُری اُسکی انتہا تھی!"
"جاں دینے نہ پائی دلربا کو | دکھلائی وفا نہ بے وفا کو"
"ارمانِ دلِ حزیں نکلتا | ستی پڑتی جو دم کہیں نکلتا"
"اے دل! تری کچھ ہوئی نہ قدر تو | بہ جا کہیں آنسوؤں کے ہمراہ"
"دے تن کا کبھی نہ لحظہ بھر ساتھ | روح اپنی نفس کا دے اگر ساتھ"
"آہستہ جلوں تو اس سے کیا حاصل | اکبار جلا دے اسے تپِ دل!"

"اک خواب ہے جب قرارِ دنیا — ناحق ہو پھر اعتبارِ دنیا"
"تھے عشق کے جسکے لب پہ کلمات — پوچھی اُس نے نہ بات! ہیہات!"
"حیراں ہوں کہ اسنے کیوں جفا کی — کیا ہائے خطا تھی بیخطا کی ؟"
"رویا نہ فغانِ بے اثر سے — دل تک نہ پہنچا چشمِ تر سے"
"تھا پہلے جو عہدِ آشنائی — ٹیڑھی تھی پھر آہ کج ادائی"
"جانے پہ مرے جو ناخوشی تھی — ناحق تھی جو یوں فرامشی تھی"
"دار و سے ملال اور کیا تھی؟ — تدبیرِ وصال اور کیا تھی"
"کام آئی نہ اشک کی روانی — ہاں پھر گیا آبرو پہ پانی"
"تقدیر کا گو فتور ہے کچھ — دل کا بھی مگر قصور ہے کچھ"
"پھیکا پڑا رنگِ عصمت! ای ولے! — حرف آگیا اپنے نام پہ ہاے"
"رسوائی کے پردہ میں چھپا مُنھ — دنیا کو دکھاؤں ہاے کیا مُنھ؟"
"نفرت یہ عیاں ہے ہر کہیں سے — ہے دور اجل بھی مجھ حزیں سے"
"اُس گل سے گئی وفا کی بو ہاے — پانی ہوئی دل کی آبرو ہاے"
"حسرت کا غبار ہوگا دل میں — ارماں کا مزار ہوگا دل میں"
"جی ہی میں رہا وہ شوق جی کا — اب لطف نہیں ہے زندگی کا"

"اے عشق، بناے رنج و آفات / خوب اپنے دکھائے ہیں کمالات!

"وہ شادیِ وصل تھی کہ تھا رنج / تا ہجر ہیں اور ہو سوا رنج"

"اچھا نہ کروں گی مَے، شکایت / آ، وقت پہ تُو ہی کر حمایت!"

"تُم سے مجھے بے نیاز کر دے / اپنا ہی شہیدِ ناز کر دے!"

"تُو آ کے، اجل! دواے ناچار / آغوش سہی وا ہے چشمِ بیمار"

"کتنوں کو چھڑا دیا الم سے / آ، مجھکو بھی دے نجات غم سے"

"ہے رنج سے کب پناہ کوئی؟ / ہمراز نہیں ہے آہ، کوئی!"

"پیاری سکھیو! تمھیں خبر ہے؟ / کیسی ہے شکنتلا؟ کدھر ہے؟"

"چیلوں نے کہا نہ ہوگا کیا حال؟ / کیا ہوگا الم سے کنو کا حال!"

"پھیلا مری وجہ سے یہ سب رنج / کس کس کو ہوا مرے سبب رنج

"میں جان سے یا خدا گزرتی! / بیزار ہوں جی سے کاش مرتی"

رو رو کے جو پھر نظر اُٹھائی / دی سامنے مینکا دکھائی

سب بھول چکی تھی محو ہو کر / حیرت زدہ چونک اُٹھی وہ سو کر

گھبرا کے کہا کہ "نام تیرا؟ / کیوں آئی ہو؟ کیا ہے کام تیرا؟"

بولی وہ کہ "ہاے کیا بتاؤں / مادر تری مینکا پری ہوں"

"لا علم نہیں زمانہ سے میں ۔۔۔ واقف ہوں ترے فسانہ سے میں"
"گو تجھ سے مدام میں نہاں تھی ۔۔۔ ہر لحظہ تری نگاہباں تھی"
"بے یار و دیار تجھ کو پا کر ۔۔۔ فردوس میں لائی ہوں اُٹھا کر"
آگاہ جو ماں کو اُس نے پایا ۔۔۔ چپ ہو کے حیا سے سر جھکایا
کچھ سوچ کے پھر بآہ و زاری ۔۔۔ کرنے لگی شکرِ غمگساری
ماں نے اُسے ہمکنار کر کے ۔۔۔ سینہ سے لگایا پیار کر کے
پھر بولی کہ "اے نشانِ مادر! ۔۔۔ اے دخترِ عزیز، جانِ مادر!"
"غم ہے ترے غم کے ہونے پر ہائے ۔۔۔ دل روتا ہے تیرے رونے پر ہائے"
"پر جبر ہے راہِ عشق میں شرط ۔۔۔ ہاں صبر ہے راہِ عشق میں شرط"
"بے سود ہے اس تعب پہ افسوس ۔۔۔ ناحق ہے رضائے رب پہ افسوس"
"ہوتا نہیں یہ جہاں کسی کا ۔۔۔ ساتھی نہیں کوئی یاں کسی کا"
"ہمدم ہیں اگر تو اپنے افعال ۔۔۔ ساتھی ہیں اگر تو صرف اعمال"
کیا ہے یہ مرقعِ زمانہ؟ ۔۔۔ اک رنج و طرب کا کارخانہ!"
راحت ہے یہاں تو صرف یہ ہی ۔۔۔ "غم، غم میں ہو، خوشی، خوشی میں"
رونے میں نہ یوں عبث گنوا وقت ۔۔۔ "آنے کو ہے پھر کے پھر گیا وقت"

"ہونی تھی جو، ہوچکی وہ بیداد — پڑنی تھی جو، پڑچکی وہ افتاد"
"کی شہ نے ضرور رنج ادا کی — لاریب یہی ہے بے وفائی!"
"کچھ عہدِ وفا کا پاس کرتا — کچھ خوفِ خدا کا پاس کرتا"
"گو یوں ہے عیاں فتور اُسکا — دراصل نہیں قصور اُسکا"
" ناحق ہے گلہ کی یہ حکایت — کر اپنے ہی بخت کی شکایت"
" تو خود کو جو جانتی تھی مجبور — تھا وہ بھی کسی سبب سے معذور"
پھر کہنے لگی یہ خوش بیانی — وہ وقتِ گزشتہ کی کہانی"
صحرا میں شکنتلا کا وہ غم — وُہ عشق میں بیخودی کا عالم
دُرباسا کا وہاں گزرنا — اُس غمزدہ کا ادب نہ کرنا
وہ خشمِ فقیر، بددعا وہ — سکھیوں کا گزر وہ، التجا وہ
وہ حالتِ منّت و سماجت — درویش میں پھر وُہ رحمت
پھر ردِّ کلام کی وہ تدبیر — وہ خاتمِ گمشدہ کی تاثیر
مادر سے یہ سُن کے ذکرِ جانکاہ — گھبرائی شکنتلا کہا "آہ"
"سکھیوں نے کہا تھا جو کچھ اُسدم — وہ ہجر و صال کا تذکرہ تھا تم"
"شاید مرے غم کا پاس تھا اُنے — مجھ سے نہ کہا یہ ماجرا ہائے"
"کی کچھ نہ حفاظتِ تباہی — بدخواہی ہوئی وہ خیرخواہی"

اے دل! یہ غلط ہے بدگمانی
بیجا تھا وہ شکوۂ زبانی

نفرت تھی نہ یونہی آشنا کی
تاثیر تھی سب وہ بددعا کی

ہو غفلتِ عشق کا بُرا ہاے
سب یہ اسی روزِ بد کا تھا ہاے

بولی وہیں مینکا کہ خاموش!
کر یادِ خدا اسے سب فراموش

بچھڑے کا ہے وہ ملانے والا
بگڑی کا ہے وہ بنانے والا

جاں پرور و دلنواز ہے وہ
ہاں قادر و کارساز ہے وہ

ناپاک ہے تو جہاں کے نزدیک
اور پاک ہے غیب داں کے نزدیک

آئے ہی گا جوشِ رحمت آخر
مشفق ہے کریگا شفقت آخر

آشفتہ نہ پیچ و تاب سے ہو
بیتاب نہ اضطراب سے ہو

واجب ہے تحمل ابتری میں
لازم ہے سکون عاشقی میں

پھر ہوگی حصول شادمانی
پھر آئے گا روزِ کامرانی

پائیگا کبھی تو شاہ انگوٹھی
سچی کبھی ہوگی بات جھوٹی

مضطر کو کبھی قرار ہوگا
مہجور کو وصلِ یار ہوگا

کس فکر میں دل مگر ہے تیرا؟
یاں ٹھہرا کہ یہ بھی گھر ہے تیرا

سمجھا کے غرض اسے پری نے
سکھلائے وفا کے سب قرینے

باتوں سے مگر اُوسے نہ تھا صبر
کیا عشق میں پند سے بھلا صبر

جوشِ تپِ آہ تھا گراں اور
گھلی جاتی تھی شمع ساں اور

گو ساکنِ خانۂ جناں تھی
تھا جسم وہاں، زمیں پہ جاں تھی

آہیں کرتی تو دم نکلتا
اور ضبط سے جسمِ زار جلتا

بس یاس تھی چہرہ سے برستی
اُمّید کو یعنی تھی ترستی

اسطرح وہاں غرض وہ ناکام
کرنے لگی انقضا سے ایّام

تھی حسن سے شاخِ بارور وہ
لائی وہیں حسن کا ثمر وہ

یعنی اک طفل تھا نمودار
جیسے کہ صدف سے دُرِّ شہوار

تھا حسن میں اک کمالِ خوبی
تھا جسم میں اک مثالِ خوبی

تسکیں جو ہوئی شکنتلا کی
ممنون تھی بخششِ خدا کی

جینے کا نہ تھا جو اُسکو یارا
پیدا ہوا زیست کا سہارا

اک جنسِ خوشی ملی غمیں کو
بہلانے لگی دلِ حزیں کو

شکلِ خنداں نظر جو آتی
کچھ بھول کے غم کو مسکراتی

اُس طفل پہ دل نثار کرتی
لے لے کے بلائیں پیار کرتی

اُس ماہ میں تھی کمال کی طرح
بڑھتا ہی گیا ہلال کی طرح

جنت میں تھے صورتِ تن و جاں
وہ غیرتِ حور و رشکِ غلماں

ساتواں باب

یادِ صنم

رُباعی

ہے عشق میں آہ و رنج و یاس و حرماں
ہوتا ہی نشاں سے بے نشاں عاشق سحر
سب جا کے بھی جاتا نہیں اندوہِ نہاں
خود جان کو ہے بھلاتی یادِ جاناں

کیفیتِ پیچ و تاب یوں ہے
تھا ماہی گیر کوئی ناشاد
اک دن دامِ ہوس میں آکر
کی بخت رسا نے یوں رسائی
اب کلک کا اضطراب یوں ہے
کم مایہ مگر کثیر اولاد
ڈالا دریا میں جال جاکر
مچھلی ایک اُسکے ہاتھ آئی

لا کر جو اُسے ، شکم کیا چاک — غنچہ سا کھلا خوشی سے غمناک
ماہی سے ہوئی تھی آگ ظاہر — پائی اک خاتمِ جواہر
ممنون تھا رب کی سروری کا — شاکر ہوا بندہ پروری کا
سودا جو ہوا پئے خریدار — لایا اُسے بیچنے وہ بازار
لوگوں نے وہاں جو دیکھی خاتم — راجہ دُشینت کی تھی خاتم
لا کر وہیں کوتوالِ شہ کو — مجرم ٹھہرایا بے گنہ کو
شحنہ پھر اُسے کئے گرفتار — فی الفور گیا حضورِ دربار
انگشتری کی جو شاہ کو پیش — باطل ہوئی بددعائے درویش
آنکھوں سے اُسے وہیں لگایا — معشوقۂ گُم کا کھوج پایا
اک آہ نکل گئی دہاں سے — تھی نام کی یاد اُس نشاں سے
دے کر وہیں مال و زر بکثرت — بھجوا اُسے کہ شہ نے دی اجازت
دم رُکتا تھا ضبط سے جو ہر بار — اُٹھا ، برخاست کر کے دربار
اک غیرتِ گُل سے دل میں تھا داغ — بلبل سا گیا وہ جانبِ باغ
بسمل تہِ تیغِ ہجر ہو کر — تڑپا سیماب وار مضطر
تھا شیفتۂ شکنتلا وہ — نالاں فرقت میں یوں ہوا وہ

"میری نہ خطا تھی، اے وفادار!
بے مہر ہُوا ہیں خود گنہگار!"

"دو بیگانہ بنا دیا عجب ہے
جانا نہ یگانہ کو غضب ہے"

"اُس آئینہ رُو کو دیکھکر حیف
حیرت سے رہا ہیں بیخبر حیف"

"بھولی رُخِ آشنا کو اے وائے
بینائی اب آنکھوں سے نکل جائے"

"خونبار پہ رحم کچھ نہ آیا
دِل ہو کے لہو بہے خدایا"

"بدگو نے جلایا اُسکی جاں کو
چھالے ہوں نصیب اس زباں کو"

"یاد آئی تری عرق فشانی
ہوں شرم سے ہائے پانی پانی"

"معشوق سے ہائے یوں وفا کی
اُلٹی عاشق نے خود دغا کی"

"اب محوِ خیال ہو رہی ہے
جاں تن کو وبال ہو رہی ہے"

"کھٹکا سا پرندِ روح کو ہے
دھڑکا سا دلِ قبوح کو ہے"

"کس دل کی دوا کو ہائے کھویا
کس جنسِ وفا کو ہائے کھویا"

"کس مہر سے دل پہ یوں لیا داغ
کس ماہ کو اُٹ لگا دیا داغ"

اس حال سے بے نشاں گئی تو
کیونکر جانوں، کہاں گئی تو؟"

"اُس ہوش رُبا نے سب بھلایا
سوچوں تدبیر کیا؟ خدایا!"

"اُب نکلے گی جان جستجو میں
مرتا ہوں اجل کی آرزو میں"

"اُسے چشم! یہ حالِ زار کیوں ہے؟ — کھو کے گہر اشکبار کیوں ہے؟"

"ڈالی نظرِ جفا شعاری! — کی خوب صنم کی پردہ داری!"

"ہے جوشِ سزا اسے قلبِ ناکام — اچھی کی خاطرِ دلآرام"

"کیا کیا اُسے آئی چاہ کی یاد — رو رو کے دلائی بیاہ کی یاد"

"کچھ ہوش تجھے مگر نہ آیا — گمراہ تھا: راہ پر نہ آیا"

"خاتم! تجھے ہائے کیا ہوا تھا؟ — انگشتِ صنم کو تھا جو چھوڑا"

"جاں تجھ میں مگر بھلا کہاں ہے؟ — اور میرے بدن میں آہ جاں ہے"

"تو نے نہ دیا جو ساتھ اُس کا — چھوڑا کیوں میں نے ہاتھ اُس کا؟"

"تصویرِ نگار! کچھ پتا دے! — تدبیرِ قرار کچھ بتا دے!"

"ہاں وصل کا تجھ سے اک نشاں ہے! — تو نقل ہے جس کی وہ کہاں ہے؟"

"تو نے اسے شمسِ عالم افروز — دیکھا کہیں وہ جمالِ دلسوز؟"

"جیسا مجھے رشک نے جلایا — یوں یہ بھی جلا کرے، خدایا!"

"آپے میں نہیں، شمیم! تو ہے — اُس گل کی مگر اُڑائی بو ہے"

"تو آہ مجھے بنا کے مجنوں — دکھلائے گی سیر کوہ و ہاموں"

"غنچو! یہ چہل پہل نہیں خوب — یہ خندۂ بے محل نہیں خوب"

”تجھ خستہ پہ ہنس کے زار ہوگے — تم بھی کبھی دلفگار ہوگے“

”کیوں مرغِ چمن! اسحن سرا ہے؟ — اُس لحن سے کب تری صدا ہے؟“

”اُے گل! یہ عبث ہے دلربائی — سے تجھ میں کہاں وہ جانفزائی؟“

”بلبل! میں تجھے بلا کے روؤں — آ تجھکو گلے لگا کے روؤں“

عاشق کا شریکِ حال تو ہے — خود تجھ میں جو عشقِ گل کی بو ہے“

”آ، دونوں بہم الم سنائیں — کچھ دیر اسی میں غم بھلائیں“

”یوں اُسکو پھر اسکے خوار ہوگا — کیا چرخ تجھے قرار ہوگا؟“

”دل جسکا سرِ مژہ سے شق ہو — یوں خار سے اُسکو اُف قلق ہو“

”جس گل کو خیالِ یار دے رنج — حیف اُسکو ہو دھوپ چھاؤں سے رنج“

”ہو حسرتِ دل کی جو کہ جاں ہاے — اسطرح پھرے رواں دواں ہائے“

”اپنا یہ نتیجۂ عمل ہے — اپنے ہی کیے کا ہاے پھل ہے“

”جوں بخت ہے تیری خو بھی صد حیف — سوئی اے مرگ تو بھی صد حیف“

”سب کہتے ہیں تجھکو یارِ عاشق — اور ہمدم و غمگسارِ عاشق“

”شاید تو علاجِ دردِ ہم ہے — چارہ پئے اشتہاے غم ہے“

”یہ بند ہو گر جدا تو جانوں — اس قید سے ہوں رہا تو جانوں“

سودا کسی زُلف کا ہوا ہے | اک سانپ سا دل پہ لوٹتا ہے"
"ہے یادِ کمر سے اک ستم ہائے | ہے سامنے منزلِ عدم ہائے"
"بس موت کی یاد کر رہا ہوں | جیتے ہوئے ہائے مر رہا ہوں"
مضطر جو تھا دردِ جانستاں سے | نکلی یہ غزل وہیں زباں سے

غزل

افسوس اثر نہیں دعا میں | اشکوں کے گہر نہیں بکا میں
جینا ہے نہ عشق میں نہ مرنا | ہے صبر فنا میں نے بقا میں
وحشی ہیں اُڑائیں دشت میں خاک | اُس رشکِ غزال کی ہوا میں
پہونچیں کیا اُس مسیح دم تک | دم ہی نہیں آہِ نارسا میں
جلوہ نے کیا جو آکے بیہوش | معشوق کو شک ہوا وفا میں
پھرتی ہی نہیں خیال سے آنکھ | کیا جذب ہے اُسکے نقشِ پا میں
زلف و شبِ ہجر تیرہ بختی | اک جان ہے اور ہے ہر بلا میں
کہتے ہیں جسے اذیّتِ نزع | ہے وہ دلِ درد آشنا میں

پروانہ کو سوزنا شمع کو اشک
خوش کون ہے تحرا اس سرا میں

آٹھواں باب

جنگ

رُباعی

قرباں تری قدرت کے ہیں ہم ای یزداں　　ہر شے میں ہے تاثیر جدا گانہ عیاں
رکھا اک مشت گل میں وہ جوہر پاک　　کرتے ہیں فرشتے بھی وقار انساں

تحریر جو جنگ کا بیاں ہے　　یوں خنجر خامہ خونفشاں ہے
وہ محو فراق غیرت حور　　یعنی دُشنیت شاہ مہجور
سوزاں تپ ہجر یار میں تھا　　سرگرم رہ نگار میں تھا
کتنا ہی سراغ گو لگایا　　قمری کو نہ سرو ہاتھ آیا
تدبیر سے جب نہ کچھ بلا صبر　　تقدیر پہ چھوڑ کر کیا صبر
حسب معمول شاہ اک روز　　تھا تخت شہی پہ رونق افروز
غمگین جو تھا وہ صاحب جاہ　　اک مژدہ ملا پس اسکو ناگاہ

آیا اک شخص عزّو شاں سے — سیّارہ کی طرح آسماں سے

خوشبو سا ہوا میں شامل آیا — شہ کے وہ عرض مقابل آیا

پوچھا راجہ نے "حال کیا ہے — کیوں آیا ہے تو؟ سوال کیا ہے؟"

بولا وہیں ہو کے وہ زمیں بوس — "ہوں قاصدِ آندرِ شاہِ فردوس"

"جنگ ان دنوں دیوؤں سے غضب ہے — بہر کمک آپ کی طلب ہے"

"ہے کارِ اشد، شتاب چلیے — ہے وقتِ مدد، شتاب چلیے"

پیغام سنا تو آگیا جوش — بس دور ہوا غم اور بڑھا جوش

منہ گرمیِ خشم سے تھا خوناب — خورشید بنا بدل کے مہتاب

جوشِ جرأت سے تھا لہو گرم — لڑنے کو ہوا وہ جنگجو گرم

ارشاد ہوا یہ حکم اک بار — "ساماں ہو درست، سب ہوں تیار"

فوراً ہوئی بستہ صف بصف فوج — جاں دینے کو آئی سر بکف فوج

راجہ نے سجا کے یوں رسالے — منگوائے "بِماں" اُڑنے والے

اُٹھا جو بگولہ سا ہوا پر — دم بھر میں وہ اُڑ گیا سما پر

آمد کی غرض خبر جو پائی — کی اندر نے آ کے پیشوائی

بھائی کی طرح گلے لگایا — فردوس میں اس ملک کو لایا

پوچھا شہ کے مزاج کا حال
پوچھا پھر اُس کے راج کا حال

باہر سے محل میں دونوں آئے
نکلے پئے جنگ جاں لڑائے

ناقوس بجانے کا دیا حکم
تیاری فوج کا کیا حکم

راجہ پہ نثار بسکہ تھی فوج
آواز پہ جمع ہو گئی فوج

جلبان تھا جو خیل ابر سا تھا
چابک تھا جو اسپ بادپا تھا

ہر سر میں خمار گرمجوشی
سودائے خیال جانفروشی

یوں سج کے چلی سپاہ جرّار
آگے تھے وہ دونوں شاہ جرّار

آندھی کی طرح فرشتے آئے
اور دیو بسان ابر چھائے

تھے بادۂ جوش سے یہ سرشار
بدمست شراب وہ سیہ کار

اس سمت جو گنگ موجزن تھا
طغیانی پہ اُس طرف جمن تھا

برپا تھا عجیب زور میں غل
جسطرح ہو بحر شور میں غل

دی انکو جب افسروں نے آواز
فوجوں نے بجائے جنگ کے ساز

تو رزم ہوئی وہیں بپا ایک
جاں لینے کو آیا برچھا ایک

بہنے لگا خوں ستمگروں کا
بڑھنے لگا جی دلاوروں کا

انداز کماں وہ فتنہ زا تھا
جو تیر تھا ناوک قضا تھا

تھے مرغ صفت خدنگ پراں — اک لہجۂ خاص میں رجز خواں

شوخی تھی جو بھال جانستاں تھی — تیر نظر صنم سناں تھی

تھی گرد میں رقص تیغ کی دید — جوں بحر میں لمعہ ہائے خورشید

تھی باڑھ میں آب کی روانی — تھا دھار میں کس بلا کا پانی

ابروے نگار کی سی جنبش — شاخ پر بار کی سی جنبش

گویا تھی ہلال عید قرباں — ہر فرق تھا جس کے زیر فرماں

بجلی سی چمک رہی تھی رن میں — شعلہ سا بھڑک رہی تھی بن میں

یوں رنگ لہو کا ہر کہیں تھا — گلزار شفق ہر زمیں تھا

دیوان سیہ تھے بسکہ پرفن — لڑتے تھے بچا کے حیلے سے تن

چمکائے کسی نے سحر کے رنگ — دکھلائی کسی نے شان نیرنگ

گہ آب گہے شرر فشاں تھے — پوشیدہ کبھی، کبھی عیاں تھے

کب خوف ملک کو تھا فسوں سے — جادو کو بہایا سیل خوں سے

ہوتے تھے غضب فرشتوں کے وار — غلطاں تھے لہو میں دیو خونخوار

تھی تنگ جو روح جسم بد سے — نکلی جاتی تھی ہر جسد سے

دشنیت بھی رن میں برمحل تھا — دشمن کو فرشتۂ اجل تھا

جیتا وہ شریکِ جنگ ہو کر — دریا میں رہا نہنگ ہو کر
تھا اُنپہ جو فضلِ کبریائی — دیووں نے شکستِ فاش کھائی
تھی اِن کے گلے کا ہار نصرت — اور اُونکی تھی ہار سے بُری گت
جیتا وہیں زندہ دل تو لوٹا — یعنی آندرا اپنے گھر کو وہ لوٹا
کی شاہِ زمن کی میہمانی — برتے آدابِ میزبانی
مرہون بنا عنایتوں کا — ممنون ہُوا حمایتوں کا
سجنے لگی روز بزمِ راحت — خُوب اُس سے رہا وہ گرمِ صحبت
ہر سر میں سکون دلنشیں تھا — ہر دل میں فراغ جاگزیں تھا
ہر اک نے خوشی سے گھر سجایا — ہر اک نے خوشی کا راگ گایا

دلکش تھا ہر ایک کارخانہ
وہ شہر تھا یا نگارخانہ

نواں باب

وصال

رباعی

توام ہی جہاں میں راحت و غم کی مثال | ہی خندۂ برق و ابر گریاں کا حال
گو لازم عشق ہجر فرقت ہی ضرور | ہے بعد شب فراق پھر روز وصال

شادی سے جو دور ہو گیا رنج | یوں بلبل خامہ ہے نواسنج
وہ زینت ملک و تخت و دیہیم | یعنی دشنیت شاہ اقلیم
فردوس میں جلوہ زا تھا ابتک | مہمان شہ اندر کا تھا ابتک
کچھ وقت غرض وہاں گزارا | جانا اسے پھر ہوا گوارا
مانگی شہ اندر سے اجازت | رل مل کے ہوا خوشی سے رخصت
اس جا پہ ملائک نکو بخت | تیار تھے اندر کا لیے تخت
دشنیت کو مثل گل چڑھایا | نکہت سا ہواؤں پر اڑایا
یوں جا کے وہ پھر بصد تمنا | استھان پہ دیوتوں کے پہونچا
تھا دل میں جو شوق پاک یکسر | درشن کے لیے چلا اتر کر
خواہش تھی حصول خیر کی بھی | اور سر میں ہوا تھی سیر کی بھی

تنویر کی اک زمین تھا وہ شہر — تھا نور کا بحر، نور کی لہر

نخل و گل و سبزہ زار دیکھا — خندان رُخِ نو بہار دیکھا

گویا تھا جو طائرِ چمن تھا — قدرت کی ثنا میں نغمہ زن تھا

نزہت سے بھرا تھا صحن سارا — اک طرفہ صفا کا تھا نظارا

اُس ساحتِ صاف میں کسی جا — مجمع ارواحِ پاک کا تھا

جو دھیان میں محو ہمہ تن تھے — یوں دل کی لگن میں بس مگن تھے

یا لطفِ جنان اُٹھا رہے تھے — باہم خوشیان منا رہے تھے

حوروں کا کہیں پہ جھمگٹا تھا — پریاں تھیں کہیں پہ بزم آرا

چبھتی تھی جگر میں طرزِ گفتار — ہر لب پہ تھا خندۂ شکربار

اس طرح وہ ناظرِ تماشا — تھا محوِ نظارۂ تماشا

ناگہ عوضِ شکیب پایا — نظارۂ دلفریب پایا

اک طفل تھا نزدِ راہ واں پہ — جلوہ تھا قمر کا کہکشاں پہ

ماہِ کاملِ جمالِ انور — دلخواہ و دلفریب و دلبر

اک نورِ کمال تھا نمودار — شاہانہ جلال تھا نمودار

صورت تھی وہ عکسِ حسنِ دلخواہ — حیرت زدہ دیکھ کر ہوا شاہ

بازی میں وہ طفلِ شیر دل تھا — اک بچۂ شیر متصل تھا

دایہ نے کہا وہ نہ کھیل اُس سے — رہ دُور رہی کر نہ میل اُس سے"

"میں لاتی ہوں جا کے شیر گل اور" — یہ کہہ کے چلی وہ گھر کو فی الفور

تھا طفل نڈر تو پھر برابر — تھا کھیل رہا اُسی جگہ پر

ساکت تھا جو شاہ ہوش کھو کر — بُت بن گیا محوِ دید ہو کر

تعویذ گلے میں طفل کے تھا — جو بد نظری کا تھا مداوا

چھوئے جو بجز پدر کوئی اور — ڈس لے وہیں سانپ بنکے فی الفور

ناگاہ شکستہ ہو کے یکسر — آیا تعویذ وہ زمیں پر

راجہ نے اُٹھا کے پھر پنھایا — جو سامنے آن پہونچی دایہ

تعویذ جو چھو کے تھا وہ محفوظ — حیران ہوئی وہ، دل اُسکا محظوظ

لی دایہ نے جلد راہ گھر کی — اُس طفل کی ماں کو یہ خبر کی

ہجرت میں ملا نویدِ وصلت — بیمار نے پائی بوے صحت

سمجھی کہ وصالِ یار ہوگا — دُور اب غمِ انتظار ہوگا

تقدیر جو سدِّ راہ پائی — تا جادۂ وصل پر وہ آئی

یعنی یہ چلی اِدھر سے پُرشوق — دیکھا اُدھر اُسکو شہ نے باذوق

رک رک کے قدم بڑھاتے دیکھا | شرم اور ادا سے آتے دیکھا

چہرہ رخِ یار کا سا پایا | ہر نقش، نگار کا سا پایا

جانا، دلدارِ دلربا کو | پہچان لیا شکنتلا کو

آنکھوں میں لیا نظر کی صورت | پہلو میں لیا جگر کی صورت

عارض کی نگہ سے لیں بلائیں | گیسو کی مژہ سے لیں بلائیں

قرباں کیے شاہ وار گوہر | آنکھوں نے کیے نثار گوہر

آہوں سے بخارِ دل نکالا | اشکوں سے غبارِ دل نکالا

شکوے ہوئے دلربائیوں کے | طعنے ہوئے بیوفائیوں کے

واں شرم بھی مقتضائے فطرت | یاں اپنے کیے پہ تھی ندامت

واں شانِ حیا تھی سر کے خم سے | یاں شاہ تھا سرنگوں الم سے

مجرم نے گنہ کی کی تلافی | چاہی تقصیر کی معافی

بولا وہ کہ "اے پری وفا کی! | میں پا بھی چکا سزا جفا کی!

"کیا کیا سہی تیرے غم میں آفت | تکلیفِ فراق و دردِ ہجرت

"وہ تھی کھوج یہ رشکِ ماہ تیری | جھنکوائے کنوئیں تھی چاہ تیری

"وحشت نے دکھائے باغ پر باغ | کھائے ہیں گلوں سے داغ پر داغ

رحم اب مرے حال پر ذرا کر! — الطاف و نوازش و وفا کر!

کہنے لگی وہ نگارِ عصمت — "اے مالک و پردہ دارِ عصمت!

ناحق ہے یہ تیری بدگمانی — وابستہ ہے تجھ سے زندگانی

"تیری وہی ہائے باوفا ہوں — یعنی میں وہی شکستلا ہوں"

"کیا اک تو ہی مبتلائے غم تھا؟ — مجھکو بھی تو صدمۂ الم تھا!

"ہر گل تھا مجھے شرارِ دوزخ — روشن تھی جہاں میں نارِ دوزخ"

"ہر سانس ستا رہی تھی دل کو — ہر آہ جلا رہی تھی دل کو"

"غم تھا تری بیوفائی کا ہائے — رونا تھا تری جدائی کا ہائے"

"بیجاں تھی یہی تھا جان کا احساس — دشوار یونہیں بھی پدید تھی یاس"

"پر اس میں ترا قصور کیا ہے؟ — خود دل ہی مرا جو پُرخطا ہے"

شکوہ کا نہیں یہ وقت لیکن — ہے شکر پھر آئے وصل کے دن"

یہ کہکے بہم وہ مل کے روئے — یوں داغِ فراق دل سے دھوئے

کیا جلوہ برائے آسماں تھا — باہم مہ و مہر کا قراں تھا

شہ کے لئے طفل زیبِ بر تھا — آغوشِ پدر میں وہ پسر تھا

واپس ہوئے یار سے مل کے مجبور — وہ رشکِ ملک، وہ غیرتِ حور

کشیپ نامی رشی کا گھر تھا — گھر تھا اب یہی شکنتلا کا

شہ نے بھی کیا جو اسکو آباد — یہ دیکھ کے وہ رشی ہوا شاد

ٹھہرا کے اسے بصد عنایات — دکھلائے مراسم مدارات

پھر قاصد تیز گام بھیجا — اور کنو کو یہ پیام بھیجا

"کیا بات ہے رحمت خدا کی — وہ بات رہی نہ بد دعا کی"

"یوں دور دکھ آپ ہو گیا ہے — بچھڑوں کا ملاپ ہو گیا ہے"

راجہ نے رشی ہی کی زبانی — خاتم کا سنا سر نہانی

کچھ دن دشینت رہ کے ناچار — جانے پہ ہوا وطن کے تیار

کشیپ نے وہیں بہ لطف و شفقت — راجہ، رانی کو دی اجازت

اسطرح وہاں سے جب چلے وہ — شاداں سوے منیکا گئے وہ

تجویز سفر اسے سنائی — جانے کی خبر اسے سنائی

آیا جو غم فراق دختر — لپٹا کے گلے سے روئی مادر

الفت کے دکھا کے یوں قرینے — سونپا اسے شاہ کو پری نے

پہلے کی سنا کے پھر کہانی — آیندہ کو چاہی مہربانی

کہہ سن کے کیا بصد محبت — دشینت و شکنتلا کو رخصت

القصّہ وہ رہروانِ مسرور — فردوس سے آئے ہستناپور
بچھڑے ملکر وطن میں آئے — پھر بلبل و گل چمن میں آئے
دیکھا جو شہ مسیح دم واں — لوگوں کے پھر آئی جان میں جاں
اسطرح غرض وہ نیک مقسوم — آیا تو محل میں مچ گئی دھوم
کہکر وہیں عشق کی کہانی — راجہ نے دکھائی اپنی رانی
شہزادہ کو پیار سے اُٹھایا — ہر خاص کو، عام کو، دکھایا
شادی کی محل میں تھی اقامت — تھا شور مبارک و سلامت
ہر سمت ہُوا خوشی کا اظہار — شاداں تھی رعیّتِ وفادار
کی نذرِ خلوص اک نے آکر — دی جنسِ وفا کسی نے جاکر
ہر شخص نہال نخل ساں تھا — وہ شاہ بہارِ بے خزاں تھا
بارے جو ہُوئی مُراد حاصل — الماس رہا گُہر سے واصل
کٹتے تھے ہنسی خوشی سے اوقات — دن عید تو شب برات تھی رات
موقع جو شکنتلا نے پایا — دونوں سکھیوں کو پھر بلایا
مل مل کے گلے باآہ وزاری — اپنی کہی سرگذشت ساری
اُن سے بھی سُنے دعا کے حالات — وہ خاتمِ شاہ کی کرامات

ساما نِ طرب جو تھے فراہم   سب رہنے لگے خوشی سے باہم

تھا شاہ بھرت وہ طفلِ خوشکام
مشہور ہے جسکا آجتک نام

تمت

قطعۂ تاریخ

ہے شکرِ خدائے پاک اے سحر   آخر ہوئی داستانِ خوبی
بولا دلِ خوش برائے تاریخ   کیا خوب ہے ارمغانِ خوبی

۱۹۱۰ء

تمام شد

(اقبال ورما سحر ہتگامی)

مطالعہ
رام بابو سکسینہ